



# SHAMS-UL-ISLAM,

**BHERA (Pakistan)**

# رسالہ مسائل اسلام

شمارہ ۱۹  
جلد ۱۹  
۱۹۷۸ء

جلد ۱۹ | اجمیر (مغربی پاکستان) بابت ۱۰ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۷۸ء | نمبر ۲

## مسلم

(نفیس چغتائی)  
ہا دتی دو جہاں سلام رحمت بیسکاس سلام  
میر پیمبراں سلام مالک دو جہاں سلام  
میرا قبول ہو سلام  
کچھ پر رسول ہو سلام  
فیض کو عام کیجئے جام پہ جام دیکھتے  
دادِ کلام دیکھتے میرا سلام لیجئے  
میرا قبول ہو سلام  
کچھ پر رسول ہو سلام  
میں ہوا عازم سفر راہ بہت ہے پرخطر  
لطف و کرم کی ہو نظر میرے شکستہ حال پہ  
میرا قبول ہو سلام  
کچھ پر رسول ہو سلام  
بندۂ بے لقا نفیس در کاترے گدا نفیس  
کرتا ہے یہ دعا نفیس لایا ہے التجا نفیس  
میرا قبول ہو سلام  
کچھ پر رسول ہو سلام

# شکرات عبر و عبر

از آزاد لکھ

**بُت فروشی و شراب فروشی** | مسلمانوں کی تاریخ کا لکھنؤشن ترین اور شہرہ آفاق واقعہ ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی نے سومات فتح کیا اور وہاں کے مندر میں داخل ہو کر انسانی ساخت کے ان "خداؤں" کو توڑ کر ختم کرنا شروع کر دیا جن کو ہندوؤں نے اپنی جہالت و ناانجھی سے معبود و معبود قرار دے کر انسانی کی توہین کی تھی اور شرافت و عظمت انسانی کو شرک کے داغ سے داغدار کر دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ بچا پیر و جذبہ توحید سے سرشار ہو کر جب سومات کے سب سے بڑے بُت کو پاش پاش کرنے لگا تو مندر کے رہنے والے پجاریوں اور برہمنوں نے مل کر درخواست کی کہ آپ جس قدیم و زر اور لعل و جواہرات کا ہم سے مطالبہ کریں ہم حاضر کر دینے کو تیار ہیں مگر آپ اس بُت کو نہ توڑیں۔ بیسویں صدی کے مسلمان کا ذہن پوتا تو لاکھوں کی آمدنی اور سیم و زر کے انبار کی بات سنی کہ یہ فیصلہ دینا کہ بُت کو توڑنے سے کیا فائدہ؟ روپیہ وصول کرنا بہتر ہے اور تادیل کے پردوں میں محبت مال کے جذبہ کو چھپا کر اور خوشامکر دکھانا کہ ایک اسلامی حکومت کے لئے اور اسلامی فوج کے لئے جب مالی امداد کی ضرورت ہے تو بُت توڑنے کی بجائے اس کو باقی رکھ کر برسوں مال حاصل کرے اس کام میں لانا زیادہ ضروری ہے اور مسئلہ کے لحاظ سے ایسا کرنا واجب ہے..... لیکن محمود غزنوی سے مال کیلئے نہیں آیا تھا بلکہ کفر و شرک اور اس کے اثرات و نشانات کے مٹانے کے لئے وہ ساری جدوجہد تھی۔ اس لئے محمود نے جواب دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ قیامت کے روز امد غلامی کی جھڑپ سے مجھے بت فروش کے نام سے پکارا جائے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ وہاں میں بُت شکن کے نام سے یاد کیا جادوں۔ یہ کہہ کر محمود نے اس بت کو پاش پاش کر دیا اور سنت امیر اہمیی اور مفت محمدی دھرم کے محمود بت شکن کہلایا اور اس طرح اس نے ہندوستان کے اس صحنہ میں توحید کی بنیاد رکھی اور بت شکنی کی برباد کی محمود بت فروش نہ تھا، بت شکن تھا، لاکھوں کا خضار اگوار کیا مگر بت فروش کہلانا پسند نہ کیا۔ آپ جانتے ہیں کہ اس بت شکن کی برکت سے محمود نے پھر کیا کچھ حاصل کیا اور غریبوں کے دلوں پر اس کا رعب اور اس کی دہشت و ہیبت کیا تھی کہ تھے میدانوں کو اس سے مس کر گیا اور کس قدر شہر فتح کئے اور کتنے قلعے کھول ڈالے اور چند ہزار عبادت گاہوں کی جمعیت کے ساتھ کتنے لاکھ ہمارے راجپوتوں کو شکست پر شکست دی پھر مال و دولت کی بھی کمی نہ تھی اور حکومت و اقتدار بھی سب سے بڑھ چڑھ کر حاصل کیا :-

غیر یہ تو زمانہ ماضی کی ایک حکایت تھی۔ اب ہم کو اپنی حالت دیکھ کر اپنے مستحق فیصلہ کرنا ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں لا الہ الا اللہ کے نعرے کے ساتھ پاکستان کا مطالبہ شروع ہوا اور اسی لا الہ الا اللہ کی برکت سے پاکستان بن گیا اب وہی لا الہ الا اللہ تھا کرتا ہے کہ جب ایک ایسے کے سوا اور کوئی الٰہ یعنی حاکم و قانون ساز نہیں تو پھر پاکستان میں انسانی احکام و قوانین کیوں جاری ہیں؟ جب پاکستان میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کا قانون نافذ و جاری ہونا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس قانون کی رو سے پاکستان کو شراب، سود، سیناؤں، جوتے، تصاویر، چکلیں اور دھڑ

یہ افکار تینوں سے پاک رکھنا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین کا مقدس مجموعہ پاکستان کے ارباب اقتدار کو بہ ہنگام دل اعلان کر کے سناتا ہے۔ کہ

انما الخمر والميسر والالعبا رنج (جس من  
عزل اللہ شیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون

بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور فال کے غیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فوج و کامیابی حاصل ہو

پس جب شراب ایک پلیدی ہے اس انبات سے یہ مشیطانی اعمال میں سے ایک عمل ہے تو پاکستان کی لاء اللہ العالی سر زمین میں پھر شراب کی دکانیں کھول کر کھلی ہوئی ہیں۔ بوتلوں، ریسٹورانوں اور روساؤں کی گھنٹیوں میں یہ ساغر کے دور کیوں چلتے ہیں۔ شراب کے ٹھیکے کیوں منہ جا رہے ہیں۔ ان پرستیوں اور خمرستیوں پر کوئی احتساب کیوں نہیں۔ ارباب اقتدار کے دربار عالی سے لاء اللہ العالی کو یہ جواب ملتا ہے کہ ہم شراب اور شراب کو بند نہیں کر سکتے ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم دولت رز کی محبت سے اعتقاد کریں کیونکہ شراب کی فروخت سے ہم کو کی سالانہ رقم ملتی ہے شراب کے ٹھیکے دے کر ہم "اسلامی حکومت" کے "بیت المال" میں اس قدر نظیر رقم سالانہ داخل کر لیا کرتے ہیں اگر ہم شراب نہ چھپا تو ہم کو اس قدر مالی خسارہ ہو گا۔ ہم قانون خداوندی پر عمل کر کے اس کا دوبارہ سے دست کش کیوں ہو جائیں اور خواہ مخواہ اپنی آمدنی کو کیوں گھٹائیں :-

دیکھتے بت فہمیش کے طعن سے اپنے کو بچانے والے ٹھوکے جانشین کہلانے والے کس قدر دھڑائی کے ساتھ شراب فروش پر فخر کرتے ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے شراب کو حرام اور ربح دام الخبائث قرار دینے والا خداوند تعالیٰ شراب فروشوں کی نفرت و حمایت کرے گا یا برکت نہیں جس حکومت کے قانون میں شراب کے ٹھیکے دینے اور شراب فروشوں کے لائسنس دینے جائز ہوں۔ اس حکومت کو الہی اور اسلامی حکمت کہا جاسکتا ہے یا کبھی بھی نہیں، پس خدا! لاء اللہ العالی کے صحیح تقاضوں کو پہچانو! بت نکلنے کے جانشینو! شراب فروش چھوڑو اور شراب ریزی اختیار کرو کہ اس شراب ریزی کی برکت ہی سے محدودیت شکن کی طرح تمہاری تلوار کی چمک سے دشمنوں کی آنکھیں پھو ہو جائیں اور چار دانگ عالم میں تمہاری دھاگ بٹھ جائے۔ اللہ کے دین کے قوانین کا احترام رکھو گے تب اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت تمہارا ساتھ دے گی ان تنصروا اللہ ینصركم ، ان ینصركم اللہ فلا غالب لکم

کافروں کی مسلم آئینی بھی دیکھو ایک طرف پاکستان کی پاک و مقدس سر زمین میں شراب کی بندش ملتی نہیں کی جاتی کہ اس بندش سے حکومت کی ایک بڑی آمدنی میں نقصان پہنچا ہو گا لیکن دوسری طرف انڈیا کے دار الکفر میں وہاں کے ارباب حکومت جو کسی ضابطہ و قانون الہی کے پابند نہیں صرف قوم کی محبت و اخلاق کی تباہی کا لحاظ رکھ کر شراب کی ایک بلکہ دوسری منشیات کو بند کر رہے ہیں۔ بندش شراب کی ہم جلدی تیری کیسا ساتھ مختلف موبلوں میں شروع ہے۔ لیکن اس کے علاوہ انیون وغیرہ کی بندش کی بھی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ حاضر آغاز کی رعایت ہے کنگ 4 مارچ 1958ء کے وزیر اعظم مسٹر سری کرشن ہنر نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ حکومت ہند متا انڈیا میں انیون کی تجارت ممنوع قرار دینے والی ہے۔ صرف اٹریسہ میں انیون کے حصول کی آمدنی ایک کروڑ روپیہ ہے جو کل آمدنی کا نصف ہے۔ مگر منشی چیزوں سے عامۃ الناس کی محبت و اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے جو آمدنی کے مقابلہ میں بہت قیمتی ہے۔ (10 مارچ 1958ء)

کیا چاہئے مسلمان وزراء اور ارباب اختیار واقفدار ایک ہندو وزیر اعظم کے ان الفاظ سے ہجرت حاصل نہ کریں گے؟ چاہتے تو تھے تھاکہ پاکستان کا وزیر اعظم پاکستان بننے ہی اعلان کر دیتا کہ

منشی چیزوں سے عامۃ الناس کی محبت و اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے جو آمدنی کے مقابلہ میں بہت قیمتی ہے۔ اس لئے اگرچہ کوڑے کی آمدنی ختم ہو جائے گی لیکن لاکھوں کی محبت و اخلاق کو بچایا جاسکتا ہے اور خداوند تعالیٰ کو اس طریقہ سے راضی رکھا جاسکتا ہے اس لئے پاکستان میں شرب اور ہر قسم کی منشیات بالکل بند کی جاتی ہیں۔

مذاہب و مذہب کی ممانعت نہیں کی جاتی ہے۔ مگر مسلمان اپنے آئین کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔

**بھوک اور اس کا علاج** اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک انسان کو جائدار پرانے کی حیثیت سے بقا زندگی کے لئے اس دنیا میں غذا کی ضرورت ہے اور اس کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انتظام ہونا چاہیے اور اگر یہ انتظام نہ کیا جائے تو وہ ضرور پریشان ہوگا۔ اب دنیا کے موجودہ حالات اور تمام ممالک عالم پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو ہر جگہ معاشی اچھے بچے اور بھاتی تقسیم ایک اعلیٰ پائے پر موجود ہے۔ کچھ کارخانہ دار، زمیندار، لیبار اور دوسرے قسم کے سرمایہ دار ضروریات زندگی کو اعلیٰ سے اعلیٰ پائے پر حاصل کرنے کے علاوہ عیاشیوں، بدستوں اور تنہا سانیوں کی لگی گذار رہے ہیں اور زیادہ سے زیادہ دولت کو کھینچنے چلے جا رہے ہیں اور دوسری طرف لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان نان پوین کو محنتی ہیں۔ انتہائی عسرت و تنگی کے دن کاٹ رہے ہیں نہ ان کو تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا میسر ہے نہ کھانے کو کھیر مہیا ہے نہ سردی گری سے سر جھپانے کے لئے کافی سب و ہونہن مکان حاصل ہے سرمایہ داروں کے کتوں تک بھی ریشمین پٹے نہیں ملے، غلی لباس، اور کھانے کو کھیں، اور پینے کو دودھ مہیا ہو لسانوں اور حردوروں کے مہوم بچے کپڑے کے ایک ایک تار کو ترستے اور بھوک و پیاس کی وجہ سے تڑپتے بلکتے اور روتے رہتے ہیں ہر ملک میں۔ شی عجم تو ان دنوں رونما ہے اور دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح کسی درجہ تک پاکستان میں بھی تقریباً یہی فتنہ موجود ہے چنانچہ کھلی یہاں بھی کچھ مخصوص طبقہ ہوزر کے خزانوں پر سانپ بن کر قابض ہے اور وہ لوگ حرام و ناجائز کمائیوں سے اور دوسروں کے حقوق کو غصب کرنے سے تارون دوران ہوتے ہیں۔ وہ ہرنج پر اور ہر طریقہ سے عہدہ سے عہدہ کھانا اور اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑا مہیا کر لیتے ہیں اور غریبوں کے خون کے پٹرول سے ہوا رفتار موٹروں میں پھرتے ہیں اور دوسری طرف کروڑوں مفلوک الحال اور غریب لوگ قحط سالی اور پریشان حالی کا بُری طرح شکار ہو رہے ہیں غلامی پید ہے پڑا عہدہ ہے۔ تیز دیر کو نہ کیئے بچار غریب ہر طرف دوڑ دھوپ اور سی کو کوشش کر رہا ہے لیکن کہیں اس کو گندم دانہ نہیں ملتا۔ اور اگر ملتا ہے تو ایسے زمیندار اور تاجر کے ہاں گندم دانہ سے نہیں بنا بلکہ پھر اور لوہے کا ٹکڑا ہے لوہا بھی گئی تیرش ہے کچھ نرم ہو جاتا ہے لیکن وہ دلاس بھوکے کی گندم آہوں سے کچھ بھی نہیں ہر دورانی قیمت طلب کرتا ہے جس کی ادائیگی سے اس غریب کی جیب عاجز ہے۔ ان حالات میں اور بھوک و دریانی کما س عوم کے دور میں اشتراک کا کڑوا ملکیت پھیلنا کا خواب موقع مل رہا ہے ہر اس مجلس میں ہر مل غذائی حالات کا تذکرہ ہو خالی سہہ والوں کی سوکھی زبانیں اپنی بھوک و پیاس و پریشان حالی کا برسی ہوں اشتراک کی فکر و نظر کا نوجوان جلد ہی ایک نسخہ ملنے کر دیتا ہے کہ

جس کھیت کے دھنکا کو میسر نہ ہو روزی اسی کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

صاف دیکھ لے الفاظ میں کہدیتا ہے کہ ان تمام بچاروں کا علاج سوشلزم ہے۔ معاشی اچھے بچے کو اور انتہائی عسرت و تنگی کو ان اصولوں کے مطابق ختم

کہہ دو جو مارکس نے پیش کئے اور جن بنیادوں پر روس میں ایک ریاست کی تعمیر کی گئی ہے اور اگر کوئی اس کو قریب بہ کچھ سمجھے کہ روس میں تو کاملاً دینی ہے تو چونکہ وہ سمجھتا ہے کہ حاضرین کو بھوک و پیاس نے اس قدر تارکھا ہے کہ اپنی بھوک کے فوری علاج کے سلسلے میں اگر کوئی ایسی بات کہہ بھی دوں تو ان کے جذبات کے مخالف ہو چکے ہیں یہ کچھ محسوس نہ کریں گے اس لئے چاہتا ہے کہ محد کو ہارے نقب لگا کر ان کے ایمان کو خزانہ قلب سے چالے جائے تو کبھی جرات سے کہہ دیتا ہے کہ بھئی! اچھوڑ دو مذہب و دین کا ذکر، ایک بھوک کیلئے تو روٹی ہی مذہب ہے۔ خدا کو وہ شخص کیا یاد کرے اور کسبایا کرے بلکہ میں یاد کرے جو فقر و فاقہ کی وجہ سے نہ حال ہو رہا ہو اور پھر اس کے بعد ایک طویل تقریر اشتراکیت کے فضائل و منافع پر پاکستان میں اس نظام کے قیام کی ضرورت پر شروع کر دیتا ہے۔

ان ظالم اور قانون صفت سرمایہ داروں کے اعمال اور ظالمانہ کارروائیوں کی وجہ سے حالات کچھ اس پیچھے آگئے ہیں کہ اشتراکیت کیلئے سرمایہ داروں صاف ہو رہا ہے اور اشتراکیت کی مبلغین کو جرات گفتار حاصل ہو چکی ہے لیکن رخصت کا جو علاج تجویز کر کے پیش کیا جا رہا ہے وہ خود ایک مستقل بیماری ہے۔ مانا کہ اشتراکیت بھوک کے خالی معدہ کو کسی نہ کسی طرح غذا سے بھر دے گی اور تو نسلم کے لئے ایڑھیں مہیا کر دے گی۔ لیکن اس زہریلے غذا سے قاب و دماغ اور دوسرے اعضاء رئیسہ کو جو نقصان پہنچے گا۔ رگ رگ میں جو فاسد خون دوڑنے لگے گا۔ اور نئی نئی بیماریوں کا جو ظہور ہوگا اس کا کچھ کیا علاج کرنا ہو گا؟ پس اب ضرورت ہے کہ ناقص اور جزوی علاج کی بجائے اس نسخہ شفا کو پریشان حال انسانوں کے سامنے پیش کیا جائے اور اس کو پورے طور سے استعمال کئے کا مشورہ دیا جائے۔ جس سے نہ صرف یہ کہ معدہ کو اپنا حق پہنچے گا۔ بلکہ تمام اعضاء رئیسہ و شرفیں ایک نئی قوت و طاقت پیدا ہو جائیں گی اور ایک ایسا مستقل اور فطری معاشی توازن قائم ہو گا جس کی برکات سے ایک پُر اطمینان اور امن و سکون کی زندگی نصیب ہوگی۔ اور وہ ہے کہ اسلام کا وہ کامل و مکمل نظام اور قانون الہی، جس نظام کو اس خداوند عالم نے انسان کے لئے منتخب کر کے بھیجا ہے جس نے اس تمام کائنات کو پیدا کیا انسان کو پیدا کیا، انسان کے معدہ کو پیدا کیا اور معدہ کے اس وجدان کو پیدا کیا جس کی بنا پر وہ بھوک کو محسوس کرتا ہے۔ اور ان تمام غذاؤں، غلوں، حرکات و سکنات اور پھلوں کو پیدا کیا جس سے انسان اپنی بھوک کو دفع کر سکتا ہے۔ سرمایہ دار انسانوں ہی نے اس نظام سرمایہ داری کو مرتب اور جاری کیا جس کا نظام موجودہ بے چین اور تباہ حالی ہے تو پھر ان عجیبے دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے نظام و قانون پر کیوں اعتماد کیا جائے اگر مجھے ہوتے ہیٹلر والوں کے ذہن و دماغ کا سانچہ و پروا نہ قانون خود غرضوں، نفع اندوزیوں اور خامیوں سے خالی نہیں۔ تو بھوکوں کا ذہن و دماغ جس نظام کو پسند و مرتب کرے گا تو آخر وہ کیوں غلطیوں، خامیوں اور خود غرضیوں سے متبرک ہو گا۔ پس سچی بات تو یہ ہے کہ اگر مستقل علاج مطلوب ہے تمام نظام عالم کو درست رکھنا منغور ہے تو اس حکیم علی الاطلاق کے نسخہ شفا و استعمال کئے بغیر اور کوئی طریقہ کار نہیں آیا ہے کوئی مزدوم نہیں ہے کوئی ایسا عالم دین جو اشتراکیت کو جو ان کے جذبہ سے عجزت پذیر ہو کر مرعض و جان بلب انسانیت کے سامنے اس علاج کو اس انداز سے پیش کرے کہ رخصت اشتراکیت کو جو قانون کے اس ہاتھ کو زور کے ساتھ اور پوری نفرت کے ساتھ تھپتھپاتا ہے اور حکا دے جو سوشلزم کا زہر پلا پلاہ پینے کے واسطے پیش کر رہا ہے اور نظام اسلام کے اس باطنیاتی و طبی تھنشی کے ساتھ کجیات اور ترو تسمیہ کچھ قبول کرے سرمایہ دار بھی ذرا عیش و عشرت کی مدد و شہنشاہیوں سے چند نجات فرصت پا کر غور کریں کہ دنیا نے جو نئی کرکٹ لی ہے پاکستان میں جو نئے حالات پیدا ہو گئے ہیں عوام کے ہاتھوں میں قوت کی جو کچھ بھجیاں آتی ہیں اس کی وجہ سے اب تو

گیا دور سرمایہ داری گسیا ہوتا شا دکھا کر مدار ی گریا

تمہاری موت آنے والی ہے یا تو اشتراکیت کے ہاتھوں ہوگی جس سے تم بھی فنا ہو گے اور اس مذہب کو بھی فنا کیا جائے گا جس کا لب لباب تم نے اپنے اوپر لگایا ہے اگرچہ حقیقت میں اس کو تم نے صرف لب لباب ہی لب لباب رکھا ہے اس کے ساتھ واقعہ بہت کم ہی تعلق ہے اور یہ موت نظام اسلامی کے ہاتھوں ہوگی جو حقیقت تم کو زندہ رکھے گا اور صرف تمہارے ان اخلاق ذمہ دار اعمال ناشائستہ کو تباہ کیا جائیگا جو تنہا انسانیت کے لئے بدخادرغ ہیں اور جن کی وجہ سے نظام عالم کی تمام خرابیاں اور برائیاں پیدا ہو چا کرتی ہیں۔ اب سوچ سمجھ کر خود فیصلہ کر دو کہ تم کو کونسی موت پسند ہے۔

ملک خداداد پاکستان کے ارباب اقتدار اور ارکان و اکابر سے بھی یہ اسل ہے کہ وہ اس ملک کو طبقاتی تضاد و کشمکش سرمایہ دار و مزدور کی خون ریزی اور تباہی و بربادی کی اس لعنت سے بچانے کی کوشش کریں جو اشتراکیت کے جلو میں عوام میں اشتراکی ذہن پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ ضرور آیا کرتی ہے اور اس بچاؤ کی واحد تیر یہ ہے کہ پاکستان کی حکومت کا مذہب اسلام قرار دیا جائے اور اس بنیاد پر قرآن مجید کا قانون مکمل طور سے جاری کیا جائے اسلامی اخلاق اسلامی اعمال اور اسلامی ذہن و تخیل کے بعد ہر شعبہ میں ایک ایسا بہترین اعتدال پیدا ہو جائیگا جس کی وجہ سے باقی تمام و تنازع کے تمام امکانات ختم ہو جائیں گے۔ سرمایہ داروں کی دراز دستیاں اور زیر دست آزاریاں ختم ہو جائیں گی اور غریبوں کی ہموار اور بریشائیاں دور ہو جائیں گی۔ اور اس وقت ملک کو موقع مل سکے گا کہ وہ ہر طرح کی ترقی حاصل کرے اور افراد ملک کے باہمی تعاون و توافق سے ایک مضبوط ترین سٹیٹ بن جائے۔

**حزب پاکستان بن جانے کے بعد اب مجلس آئین ساز کو فیصلہ کرنا ہے کہ اس ملک آئندہ نظام حکومت کیا ہوگا۔ اس وقت تین راہیں سامنے ہیں اور اس راہ پر آکر ارباب اختیار کو تین راہوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر کے اپنے سفر کو اسی راہ پر چل کر طے کرنا ہے۔**  
 ۱۔ پہلی راہ تو یہ ہے کہ قومیت کی بنیادوں پر یورپ کا وہ جمہوری نظام پسند کیا جائے جو ایک سرمایہ دارانہ نظام ہے اور انجیل امریکہ و برطانیہ اس طرز حکومت کے نام و پیشوا ہیں گویا ان آئندہ مملکت کی آئندہ اس منزل کی طرف قدم اٹھایا جائے جس کی طرف یہ لادین جمہوریتیں قدم اٹھا چکی ہیں۔  
 ۲۔ دوسری راہ سوشلزم (اشتراکیت) کی ہے جو مارکس اور اس جیسے ائمہ کفر و طغیان کے ذہن کی تخلیق ہے اور جس نظام کے مطابق روس نے سوویت یونین کی بنیاد رکھی ہے (سوشلزم تیسری راہ نظام اسلامی ہے جو حاکمیت خدا تعالیٰ کی بنیاد پر خدا تعالیٰ ہی کے بتلاتے قانون کو نافذ و جاری کرنا ہے۔

اب پاکستان کی مجلس آئین ساز، صوبائی اسمبلیوں، اخبارات کے ایڈیٹروں، سیاسی مجلسوں اور دوسرے اداروں میں تینوں قسم کے مکتب خیال کے لوگ کم و بیش پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ مسلمان کہلانے کے ساتھ نظام اسلامی کے سوا کسی اور نظام کو پسند کرنا یا اس کی فضیلت دینے کو بیان کرنا ایک عجیب تضاد ہے۔ مگر ہستی سے یہ صریح تضاد موجود ہے اور بڑی کثرت اور نمایاں طور سے موجود ہے۔ اہل ملک میں سے کچھ لوگ یورپی جمہوریت کے طرز حکومت کو کاتیا و مفید حقین کرتے ہیں اور انکی خواہش بلکہ سر توڑ کوشش یہ ہے کہ یہی نظام پاکستان میں جاری ہو جائے کچھ دوسرے حضرات اشتراکیت یا خودار خات اور شفاہ امراض سمجھتے ہیں۔ اور نظام اشتراکیت کیلئے یورپی جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور کچھ مسلمان یعنی واقعی مسلمان کے تقاضوں، آوازوں، وعدوں، اور شعوری طور سے نظام اسلامی کو ایک نئی ترین نظام یقین کرنے کی بنا پر اسلام کو صحیح حل سمجھتے ہیں۔ اب ان تین راہوں میں سے کسی ایک کو انتخاب کرنا ہوگا۔ اور یہ کردہ کی کوشش یہ ہوگی کہ جو اس کی نظروں میں پسندیدہ ہے وہی سب کی نظروں میں پسندیدہ ہو جائے۔ نظریات و خیالات کی یہ کشمکش جاری ہے اور ہماری بھی کوششیں اور دعائیں اسلام ہی کے ساتھ و البتہ ہیں۔ اور تعالیٰ اس دین حق ہی کو غالب رکھے لیکن ایک بات صاف

ہونی چاہئے۔ دیانت و نزاکت کا تقاضا یہ ہے کہ تجویز پکی جمہوریت کو درست سمجھتا ہے وہ صاف کھلے الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرے اور قوم کو کسی دھوکہ میں رکھے بغیر بڑے نظریہ کی طرف لوگوں کو بلائے اور صاف کہے کہ میرے خیال میں یورپ کا یہ نظریہ درست اور مفید ہے اور اس لیے اس طریقہ نظام کو پسند کرتا ہوں یہ منافقت نہ ہونی چاہئے کہ اس نظام باطل کو اسلامی جمہوریت کے نام سے یاد کیا جائے اور یہ کہ اسمیں انصاف و مساوات کی روح موجود ہے جو اسلامی جوہر میں اس لیے وہ حکومت بھی اسلامی حکومت ہے۔ اور اس طرح ایک غیر الٰہی نظریہ کو اسلامی یعنی الٰہی نظریہ قرار دے کر افتراء علی اللہ کے بڑے عظیم کارنامہ کیا جائے ہم نہایت انصاف کے ساتھ کہنے پر مجبور ہیں کہ آج کل ہمارے اکابر تک عام قوم کو اس رنگ میں فریب دے رہے ہیں اور غیر اسلام پر اسلام کا لیبل چسپاں کر رہے ہیں اور معینہ اسی طرح ہر لوگ مارکس و لینن پر ایمان لا چکے ہیں اور کتاب سرمایہ اور اشتراکی منشور کو معجزہ ہدایت یقین کہتے ہوئے ہیں اور ان کو سوشلزم کے ساتھ انس و محبت ہے وہ کھل کر بے کھٹکے اشتراکیت ہی کے سٹیج سے لوگوں کو اپنے دین و مسلک کی طرف بلاتے ہیں اور یہ دور نئی اور تیس چھوڑ دیں کہ اشتراکیت کو اسلام کا نام دیتے ہیں اور مارکسزم کو بیان کر کے اور اس کے اصول و مضامین کو ذکر کر کے آخر میں یہ غلط نتیجہ نکال دیتے ہیں کہ سوشلزم اور اسلام دونوں ایک ہیں حالانکہ ان دونوں نظاموں میں بنیادی طور پر بعد المشرقین ہے۔ انہی پر دلیل یقیناً کوئی وزن و قیمت نہیں رکھتی کہ اسلام ابھی انصاف و مساوات کا پیغام دیتا ہے اور اشتراکیت کی بنیاد بھی انصاف و مساوات کے نظریہ پر ہے۔ ان لوگوں میں اتنی اخلاقی جرأت ہونی چاہئے کہ جس بات کو وہ حق سمجھتے ہیں اس کو پورے طور سے کھل کر اسی سٹیج سے بیان کریں اس کھڑ کو اسلام کا لباس پہن کر عام مسلمانوں کو فریب نہ دیں۔

اسلامی حکومت کو مارکان کی خدمات عظیمہ کا تحقیر معروضہ | اردو انگریزی اخبارات میں "اسلامی حکومت" پاکستان کے ارکان کے مشاہدوں الاؤنس وغیرہ کے متعلق کچھ تفصیلات شائع ہوتی ہیں مختصر جملہ باتوں کو آپ بھی یاد رکھیں وزیر مالیات پاکستان نے فرمایا ہے کہ گورنر جنرل پاکستان اپنی تنخواہ باقاعدہ حاصل کر رہے ہیں یعنی وہ تمام الاؤنس سمیت ہائیس ہزار دو سو پچاس روپے ماہانہ تنخواہ حاصل کرتے ہیں۔ اس سال کے لئے گورنر جنرل پاکستان کے اخراجات کا گوشوارہ حسب ذیل ہے

تنخواہ ایک لاکھ پچیس ہزار - الاؤنس تیس ہزار - سفر خرچ ایک لاکھ دو ہزار اگر اس میں گورنمنٹ ہاؤس کے دوسرے اخراجات بھی شامل کر لئے جائیں تو ماہانہ رقم ہائیس ہزار دو سو پچاس کی جگہ صستائیس ہزار آٹھ سو ستر بنتی ہے۔

اگست سے مارچ تک پاکستانی وزراء کے بنگلوں کی آرائش کے لئے جو رقم صرف ہوئی وہ دو لاکھ اور دو ہزار ہے ان کے سکرٹریوں کے ایک لاکھ پچیس سو کافرینر لیا گیا <sup>منشیان لیاقت علی خان کی کوٹھی کے باغیچہ پر</sup> تیس ہزار روپیہ خرچ ہوا انگریزی اخبار "نیو سنڈے" لکھتا ہے کہ بی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ کے مرکزی عمارت تعمیرات عامہ پر آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپے صرف۔ یہ نیکن اس عمارت نے ۲۲ لاکھ نو ہزار روپے تنخواہوں کی شکل میں وصول کئے چنگی کے حکمران تنخواہ ایک لاکھ ستر ہزار ہے لیکن اس حکمران افراد کو جو الاؤنس دے گئے ان کی رقم پانچ لاکھ پچاس ہزار اور تین سو ہوئی ہے ان اعداد و شمار کو ٹھہرے۔ ملک کے موجودہ حالات اقتصادی بھالی اور دیگر خطرات کو دیکھتے اور بھرپور فیصلہ کیجئے کیا انجام ہوگا ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے ہم اگر کچھ بھی کہیں گے تو شکایت ہوگی ہاں اتنا کہ بغیر نہیں وہ سکتے کہ انصاف و مساوات کی وہ روح کہاں غائب ہو گئی جس کا دھندلا رہا چار ہا ہے اور کیا اسلامی حکومت کی بنیادیں ہیں







# اسلام کا اقتصادی نظام

مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی ایک نفیسی تقریر

انسان کی معاشی زندگی کو انصاف اور راستی پر قائم رکھنے کے لئے اسلام نے چند اصول اور چند حدود مقرر کر دئے ہیں۔ تاکہ دولت کی پیدائش استعمال اور گردش کا سارا نظام انہی خطوط کے اندر چلے جو اس کے لئے کھینچ دئے گئے ہیں، دولت کی پیداوار کے طریقے اور اس کی گردش کی صورتیں کیا ہوں۔ اسلام کو اس سوال سے کوئی بحث نہیں ہے۔ یہ چیزیں تو مختلف زمانوں میں تمدن کے نشوونما کے ساتھ ساتھ بنتی اور بدلتی رہتی ہیں۔ ان کا تعین انسان حالات و ضروریات کے لحاظ سے خود بخود ہو جاتا ہے۔ اسلام جو کچھ چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ تمام زمانوں اور حالات میں انسان کے معاشی معاملات جو مشکلیں بھی اختیار کریں ان میں یہ اصول مستقل طور پر قائم رہیں اور ان حدود کی لازماً پابندی کی جائے:

اسلامی نقطہ نظر سے زمین اور اس کی سب چیزیں خدا نے نفع انسانی کے لئے بنائی ہیں، اس لئے ہر انسان کا یہ پیرائشی حق ہے کہ زمین سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس حق میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں کسی کو اس حق سے محروم نہ کیا جاسکتا۔ دیکھیے کہ اس معاملہ میں دوسروں پر ترجیح ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کسی شخص یا نسل یا طبقے پر ایسی کوئی پابندی از روئے شرع عائد نہیں ہو سکتی کہ وہ رزق کے وسائل میں سے بعض کو استعمال کرنے کا حق دار ہی نہ رہے، یا بعض پیشوں کا دروازہ اس کے لئے بند کر دیا جائے۔ اسی طرح ایسے امتیازات بھی شرعاً قائم نہیں ہو سکتے جنکی بنا پر کوئی ذریعہ معاش یا وسیلہ رزق کسی مخصوص طبقے یا نسل یا خاندان کا اجارہ بن کر رہ جائے۔ خدا کی بنائی ہوئی زمین پر اس کے پیدا کئے ہوئے وسائل رزق میں سے اپنا حصہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا سب انسانوں کا یکساں حق ہے۔ اور اس کوشش کے مواقع سب کے لئے یکساں کھلے ہوئے چاہئیں۔

قدرت کی جن نعمتوں کو تیار کرنے یا کارآمد بنانے میں کسی کی محنت و قابلیت کا کوئی دخل نہ ہو وہ سب انسانوں کے لئے مباح عام ہیں۔ ہر شخص کو حق ہے کہ اپنی ضرورت بھرانے سے فائدہ اٹھائے۔ دنیاوی اور جسمانی کامیابی کی لکڑی، قدرتی و صنعتی کے پھل، خود رو گھاس اور چارہ، ہوا پانی، صحرے کے جانور، سطح زمین پر کھلی ہوئی کانیں، اس قسم کی چیزیں پر نہ تو کسی کی اجارہ داری قائم ہو سکتی ہے اور نہ ایسی پابندیاں لگائی جاسکتی ہیں کہ بزرگانِ مذاہمہ نے غیر ان سے اپنی ضرورتیں پوری نہ کر سکیں۔ ہاں جو لوگ تجارتی اغراض کے لئے بڑے پیمانے پر ان میں سے کسی چیز کو استعمال کرنا چاہیں ان پر ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔

خدا نے جو چیزیں انسان کے فائدے کے لئے بنائی ہیں انہیں بے کر بیکار ڈال رکھنا صحیح نہیں۔ یا تو ان سے خود فائدہ اٹھاؤ۔ ورنہ چھوڑ دو تاکہ دوسرے ان سے مستفید ہو۔ اسی اصول کی بنا پر اسلامی قانون یہ مفصلہ کرتا ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کو تین سال سے بے برکت و فائدہ حالت میں نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ کوئی زراعت یا عمارت یا کسی دوسرے کام میں استعمال کرے تو تین سال گذر جانے کے بعد وہ متروک کر دیا جائے گی۔ کوئی دوسرا شخص اسے کام میں لے آئے تو اس پر دعویٰ نہ کیا جاسکتا گا، اور اسلامی حکومت کو بھی یہ اختیار ہو گا کہ اس زمین کو کسی

کے حوالے کرے۔

جو شخص براہ راست قدرت کے خزانے میں سے کوئی چیز لے اور اپنی محنت و قابلیت سے اس کو کارآمد بنائے وہ اس چیز کا مالک ہے مثلاً کسی افتادہ زمین کو جس پر کسی کے حقوق ملکیت ثابت نہ ہوں، اگر کوئی شخص اپنے قبضہ میں لے لے اور کسی مفید کام میں اسے استعمال کرنا شروع کرے تو اس کو بے دخل نہیں کیا جاسکتا۔ اسلامی فطرت کے مطابق دنیا میں تمام مالکانہ حقوق کی ابتدا اسی طرح ہوتی ہے۔ پہلے پہل جب زمین پر انسانی آبادی شروع ہوئی تو سب انسانوں کے لئے مباح عام تھیں۔ پھر جس جس شخص نے جس مباح چیز کو اپنے قبضہ میں لے کر کسی طور پر کارآمد بنا لیا وہ اس کا مالک ہو گیا، یعنی اسے یہ حق حاصل ہو گیا کہ اس کا استعمال اپنے لئے مخصوص رکھے اور دوسرے اسے استعمال کرنا چاہیں تو ان سے اس کا معاوضہ لے۔ یہ چیز انسان کے سارے معاشی معاملات کی فطری بنیاد ہے۔ اور اس بنیاد کو اپنی جگہ قائم رہنا چاہیے۔

جائز شرعی طریقوں سے جو مالکانہ حقوق کسی کو دنیا میں حاصل ہوں وہ بہت اہم اصرام کے مستحق ہیں۔ کلام اگر ہو سکتا ہے تو اس امر میں ہو سکتا ہے کہ کوئی ملکیت شرعاً صحیح ہے یا نہیں۔ جو ملکیتیں از روئے شرع ناجائز ہوں انہیں بے شک ختم ہونا چاہیے۔ مگر جو ملکیتیں شرعاً صحیح ہوں کسی حکومت اور کسی مجلس قانون ساز کو یہ حق نہیں ہے کہ انہیں سلب کر لے۔ یا ان کے مالکوں کی شرعی حقوق میں کسی قسم کی کمی بیشی کرے اجتماعی بہتری کا نام لے کر کوئی ایسا نظام قائم نہیں کیا جاسکتا جو شریعت کے دے ہوئے حقوق کو پامال کرنے والا ہو۔ جماعت کے مفاد کے لئے افراد کی ملکیتوں پر جو پابندیاں شریعت نے خود ہی لگادی ہیں ان میں کمی کرنا جتنا بڑا ظلم ہے۔ اتنا ہی بڑا ظلم ان پر اضافہ کرنا بھی ہے۔ یہ بات اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ہے کہ افراد کے شرعی حقوق کی حفاظت کرے اور ان سے جماعت کے حقوق وصول کر لے جو شریعت نے ان پر عائد کئے ہیں۔

خدا نے اپنی نعمتوں کی تقسیم میں مساوات ملحوظ نہیں رکھی ہے۔ بلکہ اپنی حکمت کی بنا پر بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت دی ہے جسے خوش فائدہ سمجھنا چاہیے، جسمانی طاقتیں، دماغی قابلیتیں، پیدائشی ماحول، اور اسی طرح کی دوسری چیزیں سب انسانوں کو یکساں نہیں ملیں۔ ایسا ہی معاملہ رزق کا بھی ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی فطرت خود انسانیت کی متقاضی ہے کہ انسانوں کے درمیان رزق میں تفاوت ہو۔ لہذا وہ تمام تدبیریں اسلامی نقطہ نظر سے معتد اور اصول میں غلط ہیں۔ جو انسانوں کے درمیان ایک مصنوعی معاشی مساوات قائم کرنے کے لئے اختیار کی جائیں۔ اسلام جس مساوات کا قائل ہے وہ رزق میں مساوات نہیں بلکہ حصول رزق کی جدوجہد کے مواقع میں مساوات ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ سوسائٹی میں ایسی قانونی اور رواجی رکاوٹیں باقی نہ رہیں جن کی بنا پر کوئی شخص اپنی قوت و استعداد کے مطابق معاشی جدوجہد نہ کر سکتا ہو، اور ایسے امتیازات بھی باقی نہ رہیں جو بعض طبقات، نسلیں اور خاندانوں کی پیدائشی خوش نصیبی کو مستقل قانونی تحفظات میں تبدیل کر دیتے ہوں یہ دونوں طریقے فطری نامساوات کی جگہ زبردستی ایک مصنوعی نامساوات قائم کرتے ہیں اس لئے اسلام انہیں ٹھاکر سوسائٹی کے معاشی نظام کو ایسی فطری حالت پر لے آنا چاہتا ہے جس میں ہر شخص کے لئے کوشش کے مواقع کھلے ہوں۔ مگر جو لوگ چاہتے ہیں کہ کوشش کے مواقع اور نتائج میں بھی سب لوگوں کو برابر کوئی برابر کر دیا جائے اسلام ان سے متفق نہیں ہے، کیونکہ وہ فطری نامساوات کو مصنوعی مساوات میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ فطرت سے قریب تر نظام صرف وہی ہو سکتا ہے جس میں ہر شخص معیشت کے میدان میں اپنی دوڑ

کی ابتدا اسی مقام اور اسی حالت سے کرے جس پر خدا نے اسے پیدا کیا ہے جو موٹر لے ہوئے آیا ہے وہ موٹر پہلے، جو صف دو پاؤں لایا ہے وہ پیدل ہی چلے اور جو ننگڑا بیہ ایٹھا ہے وہ ننگڑا کر ہی چلنا شروع کرے۔ سو سائٹیٹی کا قانون نہ تو ایسا ہونا چاہئے کہ وہ موٹر والے کا مستقل اجازت موٹر پر قائم کر دے اور ننگڑے کے لئے موٹر کا حصول نامکن بنا دے اور نہ ایسا ہی ہونا چاہئے کہ سبکی دوڑ زبردستی ایک ہی مقام اور ایک ہی حالت سے شروع ہو اور آگے تک انہیں لازماً ایک دوسرے کے ساتھ باندھ رکھا جائے۔ برعکس اس کے قوانین ایسے ہونے چاہئیں جن میں اس امر کا کھلا امکان موجود رہے کہ جس نے اپنی دوڑ ننگڑا کر شروع کی تھی وہ اپنی سخت دقاہلیت سے موٹر پاسکتا ہو تو ضرور پائے۔ اور جو ابتدائیں موٹر چلاتا تھا وہ بھی میں اپنی نااہلی سے ننگڑا ہو کر رہ جائے تو رہ جائے۔

اسلام صرف اتنا ہی نہیں چاہتا کہ اجتماعی زندگی میں یہ معاشی دوڑ کھلی اور بے لاگ ہو، بلکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس میدان میں دوڑنے والے ایک دوسرے کے لئے بے رحم اور بے درد نہ ہوں، ہمدرد اور مددگار ہوں وہ ایک طرف اپنی اخلاقی تعلیم سے لوگوں میں یہ ذہنیت پیدا کرتا ہے کہ اپنے درمندانہ اور پس ماندہ بھائیوں کو سہارا دیں۔ دوسری طرف وہ تقاضا کرتا ہے کہ سو سائٹیٹی میں ایک مستقل ادارہ ایسا موجود رہے جو معذور اور بے وسیلہ لوگوں کی مدد کا ضامن ہو۔ جو لوگ معاشی دوڑ میں حصہ لینے کے قابل نہ ہوں وہ اس ادارے سے اپنا حصہ پائیں۔ جو لوگ اتفاقات زمانہ سے اس دوڑ میں گزر پڑے ہوں انہیں یہ ادارہ اٹھا کر بھر طے کے قابل بنائے اور جن لوگوں کو جہد کے میدان میں اترنے کے لئے ہمارے کی ضرورت ہو انہیں اس ادارے سے سہارا ملے۔ اس مقصد کے لئے اسلام نے از روئے قانون یہ طے کیا ہے کہ ملک کی تمام جمع شدہ دولت پر ڈھائی فی صدی سالانہ اور اسی طرح پورے تجارتی سرمائے پر بھی ڈھائی فی صدی سالانہ زکوٰۃ وصول کی جائے۔ تمام عشری زمینوں کی زرعی پیداوار کا دس فی صدی یا پانچ فی صدی حصہ لیا جائے۔ بعض معدنیات کی پیداوار کا بیس فی صدی حصہ لے لیا جائے۔ مویشیوں کی ایک خاص تعداد پر بھی ایک خاص تناسب سے سالانہ زکوٰۃ لگائی جائے، اور یہ تمام سرمایہ غریبوں، یتیموں، اور محتاجوں کی مدد کے لئے استعمال کیا جائے۔ یہ ایک ایسی اجتماعی انشورنس ہے جس کی موجودگی میں اسلامی سو سائٹیٹی کے اندر کوئی شخص زندگی کی ناگزیر ضروریات سے کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔ کوئی محنت کش آدمی کبھی تنہا موجود نہیں ہو سکتا کہ قحط کے ڈر سے ضرورت کی وہی شرائط منظور کر لے جو کارخانہ دار یا زمیندار پیش کر رہا ہو کسی شخص کی طاقت اس کے معیار سے کبھی نیچے نہیں کر سکتی جو معاشی جہد سے حصہ لینے کیلئے ضروری ہے۔

فرد اور جماعت کے درمیان اگر ایسا توازن قائم کرنا چاہتا ہے جس میں فرد کی شخصیت اور اس کی آزادی بھی برقرار رہے اور اجتماعی مفاد کے لئے اس کی آزادی نقصان دہ بھی نہ ہو بلکہ لازمی طور پر مفید ہو۔ اسلام کی ایسی سیاسی یا معاشی تنظیم کو پسند نہیں کرتا جو فرد کو جماعت میں گم کر دے اور اس کے لئے وہ آزادی نہ چھوڑے جو اس کی شخصیت کی صحیح نشوونما کیلئے ضروری ہے کسی ملک کے تمام ذرائع پیداوار کو قومی ملکیت بنا دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ملک کے تمام افراد جماعتی تشکیلات میں جکڑ جائیں اس حالت میں ان کی انفرادیت بقا دار تقاضا مشکل بلکہ غیر ممکن ہے، انفرادیت کیلئے جس طرح سیاسی اور معاشی آزادی ضروری ہے اسی طرح معاشی آزادی بھی بہت بڑی حد تک ضروری ہے۔ اگر ہم آدمیت کا بالکل استیصال نہیں کر دینا چاہتے تو ہماری اجتماعی زندگی میں اتنی گجائش ضروری رہی چاہئے کہ ایک بندہ خدا اپنی روزی آزادانہ پیدا کر کے اپنے ضمیر کا مستقل برقرار رکھ سکے۔ اور اپنی ذہنی طاقت کو قوتوں کو اپنے رجحانات کے مطابق نشوونما دے سکے۔ راتب بندی کا رد

جس کی کھیاں دوسروں کے ہاتھ میں ہوں، اگر خداؤں بھی ہو تو غوث شگوار نہیں۔ کیونکہ اس سے پروان میں جو کوتاہی آتی ہے محض جسم کی فربہی اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔

جس طرح اسلام ایسے نظام کو ناپ بند کرتا ہے اسی طرح وہ ایسے اجتماعی نظام کو بھی پسند نہیں کرتا جو افراد کو معاشرت اور معیشت میں بے لگام آزادی دیتا ہے اور انہیں کھلی چھٹی دے دیتے ہیں کہ اپنی خواہشات یا اپنے مفاد کی خاطر جماعت کو جس طرح چاہیں نقصان پہنچائیں۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اسلام نے جو متوسط راہ اختیار کی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے فرد کو جماعت کی خاطر چند حدود اور ذمہ داریوں کا پابند بنایا جائے۔ پھر اسے اپنے معاملات میں آزاد چھوڑ دیا جائے ان حدود اور ذمہ داریوں کی ساری تفصیل بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے۔ میران کا صرف ایک مختصر سا نقشہ آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔

پہلے کسپ معاش کو لیجئے دولت کمانے کے ذرائع میں اسلام نے جتنی باریک بینی کے ساتھ جائز و ناجائز کی تفریق کی ہے۔ اتنی دنیا کے کسی قانون نے نہیں کی وہ جن جن کے ان تمام ذرائع کو حرام دیتا ہے جن سے ایک شخص دوسرے اشخاص کو یا بحیثیت مجموعی پوری سوسائٹی کو اخلاقی یا ادبی نقصان پہنچا کر اپنی روزی حاصل کرتا ہے۔ شراب اور نشہ آور چیزوں کا ہانا اور بھینا، بخش کاری اور رقص و سرود کا پیشہ، بھوسہ، لاٹری، سود، قیاس اور دھوکے اور جھگڑے کے سودے، ایسے تجارتی طریقے جن میں ایک فرد کو کافی فائدہ یقینی ہو دوسرے کا مشتبہ ہو، مزدور کی چیزوں کو روک کر انکی قیمتوں کو بڑھانا، اور اسی طرح کے بہت سے کاروبار جو اجتماعی طور پر ضرر رساں ہیں۔ ..... اسلامی قانون میں قطعی طور پر حرام کر دئے گئے ہیں اس معاملے میں اگر آپ اسلام کے معاشی قانون کا جائزہ لیں تو حرام طریقوں کی ایک طویل فہرست آپ کے سامنے آئے گی اور ان میں بہت سے وہ طریقے آپ کو ملیں گے جنہیں استعمال کے کسی ہی موجودہ سرمایہ داری نظام میں لوگ کروڑ بتی بنتے ہیں۔ اسلام ان سب طریقوں کو از روئے قانون بند کرتا ہے اور آدمیوں کو صرف ان طریقوں سے دولت کمانے کی آزادی دیتا ہے جن سے وہ دوسروں کی کوئی حقیقی اور مفید خدمت انجام دے کر انصاف کے ساتھ اس کا معاوضہ حاصل کرے حلال ذرائع سے کمائی دولت پر اسلام آدمی کے حقوق ملکیت تسلیم کرتا ہے مگر یہ حقوق بھی غیر محدود نہیں ہیں۔ وہ آدمی کو پابند کرتا ہے کہ اپنی حلال کمائی کو خرچ کر کے جائز راستوں ہی میں کسے خرچ کرے اس نے ایسی قیود لگادی ہیں جن سے آدمی ایک سٹری اور پاکیزہ زندگی کو بسر کر سکتا ہے مگر عیاشیوں میں دولت اڑا نہیں سکتا نہ شان و شوکت کے اظہار میں اس قدر حصے گذر سکتا ہے کہ دوسروں پر اس کی غلامی کا سکہ جھنکے۔ بجا خرچ کی بعض صورتوں کو تو اسلامی قانون میں صراحتاً ممنوع ٹھہرایا گیا ہے۔ اور بعض دوسری صورتوں کی اگرچہ صراحت نہیں ہے لیکن اسلامی حکومت کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ اپنی دولت میں ناروا تصرفات کرنے سے لوگوں کو حکماً روک دے۔

جائزہ اور مستحق اجراجات سے جو دولت آدمی کے پاس بچے اسے وہ جمع بھی کر سکتا ہے اور مزید دولت پیدا کرنے میں بھی لگا سکتا ہے مگر ان دونوں حقوق پر پابندیاں ہیں جمع کرنے کی صورت میں سے نصاب سے زائد دولت پر ڈھائی فی صدی سالانہ زکوٰۃ دینی ہوگی۔ کاروبار میں لگانا چاہے تو صرف جائز ہی کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ جائزہ کاروبار خواہ آدمی خود کرے یا کسی دوسرے کو اپنا سرمایہ روئے زمین، یا آلات و اسباب کی صورت میں دے کر فلاح و نقصان کا شریک ہو جائے، یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ان حدود کے اندر کام کر کے اگر کوئی شخص کروڑ پتی بھی

بن جائے تو اسلام کی نگاہ میں یہ کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے، بلکہ خدا کا انعام ہے، لیکن جماعتی مفاد کیلئے وہ اس پر دو شرطیں عائد کرتا ہے۔ ایک کہ وہ اپنے تجارتی مال پر زکوٰۃ اور زرعی پیداوار پر عشر ادا کرے دوسرے یہ کہ وہ اپنی تجارت یا صنعت یا زراعت میں جن لوگوں کے ساتھ شرکت یا اجرت کا معاملہ کرے ان سے انصاف کرے یہ انصاف اگر وہ خود نہ کر لے گا تو اسلامی حکومت اسے انصاف پر مجبور کر دے گی۔

پھر جو دولت ان جائز حدود کے اندر فراہم ہو اسکو بھی اسلام زیادہ دیر تک سمٹا نہیں رہنے دیتا بلکہ اپنے قانون وراثت کے ذریعے سے ہر پشت کے بعد دوسری پشت میں اسے پھیلا دیتا ہے۔ اس معاملہ میں اسلامی قانون کا رجحان دنیا کے تمام دوسرے قوانین کے رجحانات سے مختلف ہے۔ دوسرے قوانین کو شش کرتے ہیں کہ جو دولت ایک دفعہ سمٹ چکی ہے وہ بہت بہت سمٹی ہی رہی برعکس اس کے اسلام ایسا قانون بناتا ہے کہ جو دولت ایک شخص نے اپنی زندگی میں فراہم کی ہو وہ اس کے مرتے ہی اس کے قریبی عزیزوں میں بانٹ دی جائے۔ قریبی عزیز نہ ہوں تو دور کے رشتہ دار مجبوراً دسی اس کے وارث ہوں، اور اگر کوئی دور پر سے کا رشتہ دار بھی ہو پھر پوری مسلم سوسائٹی اس کی حقدار ہے یہ قانون کسی بڑی سرمایہ داری و زمینداری کو مستقل اور دائم نہیں رہنے دیتا۔ پچھلی ساری پابندیوں کے باوجود اگر دولت کے سمناء سے کوئی ثرابی پیدا ہو بھی جائے تو یہ آخری ضرب اس کا ازالہ کر دیتی ہے۔ (بحوالہ کوثر)

## ترانہ سحر گاہی

مختصر فیض سنا لو دھیانوی — بھلول

وقت سحر ہے مسلم! وقف نماز ہو جا	خالق کے در پہ جھک کر گردن فراز ہو جا
سب سے قوی کے آگے اٹھ کر بڑھ کر کے	دنیا کے سرکشوں سے تو بے نیاز ہو جا
پھر غزنوی جلالت تیری جلوں ہو گی	اٹھ بوش بندگی میں رشک آواز ہو جا
ذوق سجد میں ہے ذاتِ خدا کا جلوہ	جو یاتے راز بن کر دانا تے وار ہو جا
تارِ نفس سے نگلیں نغمے عبودیت کے	سوزِ جگر کے دم سے مانند ساز ہو جا
آیاتِ آسمانی تر تیل سے سنا کر	پتھر کو موم کر دے فطرت گداز ہو جا
جاری ہے فیض کا چوچا ہی سوطکے	بہر دعا سراپا دستِ دراز ہو جا

# حکیم سقراط کی موت

از ڈاکٹر خواجہ محمد ایوب صاحب بھیروی

قید خانے کی تنگ دتاریک کو ٹھٹھری میں حکومت وقت کا معتب، شہنشاہ معظم کا دشمن، قانون رائج الوقت کا باغی "حکیم سقراط" ایک چٹائی چھینچیدگی کے عالم میں نیم دراز تھا اس کے ارد گرد اس کے شاگرد بیٹھے تھے اور ایک کونے میں اس کی رفیقہ حیات تھی، درودیوار سے مایوسی کے آثار نمایاں تھے، فضا خاموش تھی، تمام دنیا پر خاموشی طاری تھی، حکیم سقراط خاموش تھا، اس کی رفیقہ حیات خاموش تھی، اس کے شاگرد خاموش تھے، اور ایک کونے میں مٹی کا ٹمٹکا تانبہ اجلیا خاموش جل رہا تھا۔ قید خانے کے دروازے سے باہر چوکیدار کے پاؤں کی آواز ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد اس خوشی کو ٹھٹھری دیر کیلئے لوڑ دیتی تھی اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ حکیم سقراط کی سبوی کی لمبی آہ اور اس کے شاگردوں کے یا سکی میز چروں پر ڈھلکتے ہوئے آنسوؤں کے رومالوں سے پونچھنے کی کبھی کبھار جنبش اس دردناک سنائے کو ختم کر دیا کرتے تھے۔ رات کا بہت بڑا حصہ ختم ہو چکا تھا۔ مگر ابھی کتنا فضاگ تاریکی روتے عالم پر محیط تھی ذات کا یہی آخری وقت حکیم سقراط کی زندگی کی آخری ساعت تھی۔ مگر اس باوقار عالم کے چہرے پر غم یا پشیمانی کا ادنیٰ سا نشانہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

فرشتہ شب اپنے تیز رفتار پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سے رفتہ رفتہ تدبیر کو اڑاتے لے جا رہا تھا اور صبح صادق کا ظہور ہو چلا تھا حکیم سقراط کی سبوی کی مایوسی رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی اسکی آہیں نالوں میں تبدیل ہو چکی تھی۔ بڑھنے اپنی سبوی کو ڈانٹ کر کہا "عورتیں کمزور دل اور کمزور دماغ کی پڑا کرتی ہیں" اور اپنے شاگرد سے کہنے لگا "فرانیوں! میں نے شہنشاہ وقت کا صرف ہی جرم کیلئے ہے کہ اسکی خدائی کو تسلیم نہیں کیا اور ایک خدا کی موجودگی میں ایسا کرنا میرے لئے نامکن ہے" مگر استاد بلاطوس نے بھرائی ٹھوٹی آوازیں کہا "اپنی زندگی آپ کے اصول سے زیادہ قیمتی ہے آپ اپنی زندگی کو اصول کی خاطر قربان کر کے انسانیت کو علم و معرفت کو حکمت و تدبیر کو قربان کر رہے ہیں نہیں! بلکہ آئندہ نسلوں کے عرفان و ترقی کو قتل کر رہے ہیں نہیں بلکہ پلاٹوں کا ایسا گر نہ نہیں ہو رہا اپنے علم سے دنیا کی تاریکی کو مٹا کر چکا ہوں مگر اپنے عمل سے دنیا کے لئے شاہراہ قائم کرنا باقی ہے۔ میرا اصول اور عقیدہ میری زندگی سے بہت زیادہ قیمتی ہے میں ہزاروں جانوروں کو بھی قربان کرنے میں دریغ نہ کروں گا میں تو حیدر پستی میں ہی اٹھتا ہوں" آہ شہنشاہ وقت کے عتاب سے بچنے کے لئے "حکیم صاحب سقراط کی رفیقہ حیات نے کہا "ہاں اس کے غضب سے بچنے کے لئے اتنا کر دینے میں کیا ہرج ہے کہ خدائی کے منزاوار تیری اور صرف تیری ذات ہے جس کے ماتحت فوجیں ہیں۔ جس کا خزانہ جواہرات سے بھرپور ہے اور جس کے اشارہ ابرو پر انسانوں کی زندگیوں کے فیصلے ہیں" نہیں نہیں میں گر نہ ایسا نہیں کروں گا۔ احمق عورت حکیم سقراط کی ذات سے ایسی مجنونانہ توقع رکھنا محبت ہے میں اتنے بڑے سبب و اور چاند کے مالک اور اتنے زیادہ ستاروں کے



عجم کے ملک سے روگردانی کر کے کیسے کہندوں کہ کوئی اور بھی خدا ہے، میں سمجھ میں سبب سے موتی پیدا کر لے والے ٹافہ میں مشک پیدا کر لے والے، ریت کے ذرات میں سونا نکالنے والے، پتھروں سے پانی اور بے حقیقت پانی سے انسان پیدا کر لے والے خدا کی صفات سے انکار کر کے اپنے جیسے حقیر انسان کو خدا مان کر انسانیت کی توہین ہرگز نہیں کر سکتا۔

حکیم سقراط نے ذکر کرتی ہوئی آواز میں کہا ”پلاطوس! یاد رکھو انسان کی انسانیت کا کمال صرف یہ ہے کہ وہ اپنے معبود بتوں کے لئے سر جھکائے۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے تحت پہلے ہوتے ایک لمحے کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کی موت کے لئے ایک دست نہیں بلکہ ایک چمک پانی ہے لیکن آہ! کبھی تم نے یہ بھی سوچنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ بے حقیقت، بے جان، اور خود کا شتمہ بڑی بوٹیوں میں حیات بخش کیسے رکھی ہے عظیم الشان کو بے حقیقت اور ناچیز ہوا اور پانی کا محتاج کس نے بنایا ہے؟ اگر پھول کو خوبصورت، پہاڑوں کو قوتی ہیکل، سمندروں کو آسمان کو جاذبِ نظر، زمین کو کثیف، پھر اسی کثیف زمین کے نیچے پانی جیسی لطیف اور سیماں تیز کو پیدا کرنے والی ذات گرہا ہم کو سمجھا سکتی ہے تو پھر ہم جیسا ذلیل اور محکوم کون ہو سکتا ہے جو اس کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کے سامنے سجدہ ریزیاں کرنا پھرے مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا میں ذرے کو تودہ اور تودہ ہاتے رنگ کو پہاڑ نہیں کہہ سکتا، میں گدا کو شہنشاہ اور شہنشاہ کو خدا کہنے میں اپنی توہین سمجھتا ہوں“ بطلمیوس نے کہا ”استاد وقت بہت کم رہ گیا ہے پو پھٹ چکی ہے جلاد آتے ہی والا ہے آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ سب بجا ہے مگر عتاب حکومت وقت سے بچنے کے لئے مصلحتاً غموشی اختیار کر لینے سے بھی تو آپ کی قیمتی جان بچ سکتی ہے۔ ہاں بے شک بچ سکتی ہے“ حکیم سقراط نے کہا ”لیکن میں اپنے دوستوں کو تو درکنار دشمنوں کو بھی اپنی جان بچا کر دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا میں اپنی زندگی پر ترجیح دیتا ہوں۔ میری موت سے کروڑوں انسانوں کی زندگیاں وابستہ ہیں، لیکن یاد رکھو میری منافقانہ زندگی سے کروڑوں انسانوں کی فحش موت ہو جائیگی۔ بطلمیوس! میرے عزیز اور سچا دوست اپنے دل کو ٹھول کر بتاؤ کہ میرا مزاج بہتر ہے یا جینا؟“

”آہ جلاد“ حکیم سقراط کی بیوی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ قید خانے کے دروازے پر جلاد موجود تھا جو کیدار نے آگے بڑھ کر قید خانہ کا دروازہ کھولا۔ جلاد کے ہاتھ میں زہر کا بھرا ہوا سپاہ تھا اس نے آتے ہی سلا کیا۔ سقراط کی بیوی نے ڈاڑھیں مار مار کر رون م شروع کیا۔ سقراط کے تمام شاگرد رو آنسو تھے مگر جمعا حکیم اسی بادشاہ بیت میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور طبی خذہ پیشانی سے جلاد کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا اس بے وقوف عورت کو قید خانے سے باہر نکال دو۔ فرانیون! تم کو حکم دیتا ہوں کہ اسے پکڑ کر باہر نکال دو پھر حکیم سقراط بولا ”حکیم سماس! آؤ میرے پیارے بھائی تم نے یہاں آنے کی کیسے زحمت گوارا فرمائی۔ یہ جگہ تمہارے لئے موزوں نہیں ہے“ بیشک ”حکیم سماس! نے کہا ”خدا نے خداوند نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ کو آپ کی ضد سے روکوں“ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا سماس! خداوند قدوس کے مقابلہ میں حقیر انسان کو خدا تسلیم کرنے سے مجبور ہوں۔“ مگر ”حکیم سماس نے کہا“ وہ آپ کو ظلمدان وزارت سپرد کرنے کے لئے تیار ہیں“ حکیم سقراط نے کہا ”شکر یہ میرے بھائی مشہنشاہ معظم کا شکر یہ! ظلمدان وزارت تو درکنار اگر وہ ملاکوں مثالی بھی میرے سپرد اس کے بدلے میں اپنے تئیں خدا کہلوانا چاہیں گے تو میں ہرگز نہ کہوں گا۔ سورج کی موجودگی میں چرائے کو سورج کہنا قرین مصلحت نہیں ہو سکتا“ حکیم سماس نے کہا ”اپنی پیاری بیوی پر رحم کرو“ اپنے شاگردوں اور اپنے ملک کی خاطر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو“ حکیم

حکیم سقراط نے کہا ”تمہارے علم و دانش کا جتنا بھی ماتم کیا جاتے کم ہے میں ان سب کو اس عظیم خدا کے سپرد کر رہا ہوں جس نے میرے دل میں بیوی کی محبت پیدا کی تھی اور جس نے مجھ جیسے نیکار انسان کو علم و معرفت کی دولت سے مالا مال کیا تھا اور پھر میرے ناقص علم سے دوسروں کو مستفیض فرمایا تھا“ جلاد حکیم سقراط نے کہا ”اے جلاد تمہاری آنکھوں میں پتھریاں اشک کیسے جھلک رہے ہیں تم جس فرض پر یقین کرتے گئے ہیں اس کو پورا کرو۔ جلاد! تمہارا کام ختم کرنے کا نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ تم مجبور ہو“ جلاد آگے بڑھا اور چمکپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے زہر کا پیالہ حکیم سقراط کی خدمت میں پیش کر دیا، جسے حکیم نے نہایت اطمینان قلب سے پیالہ ہاتھ میں لیا اور غصہ نہ پئی گیا۔ قید خانہ میں کھڑا رہ گیا حکیم سقراط نے ہاتھ زہر کا پیالہ رکھتے ہوئے کہا ”پلاٹوسن! سنو سم الفار کے تیز اثرات نے میری پندلیوں میں ٹھکن ہاتھوں میں کسل اور دماغ میں جھک پیدا کر دئے ہیں اب مجھے غموس ہو رہا ہے کہ میری ٹانگوں کو آگ سے چیرا جا رہا ہے پیاس کی شدت بڑھ رہی ہے مٹی کا زور ہو رہا ہے۔ میرے عزیز شاگردو! میری زندگی میں تم نے مجھ سے علم حاصل کیا ہے اب میری موت سے بھی سبق سیکھو ملک کے کوئے کوئے میں توحید کا ڈنکا بجادو اور اہل ملک پر واضح کر دو خدا صرف وہی ہے جس نے ہمارے بادشاہ کو بھی پیدا کیا ہے۔“ زفری! میری آنکھوں کے سامنے تاریکی بڑھی جا رہی ہے اب میرے پیٹ میں آگ غموس ہو رہی ہے اور موت کا نقشہ دکھائی دے رہا ہے یہ سب زہر کے اثرات ہیں میرے بچو! ان کو ذہن نشین کر لو میری زبان اب لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہے“ اعلیٰ غموس یہ میری آخری ساعت ہے میں خوش ہوں کہ میں نے اپنی زندگی کو تمہارے لئے شاہراہِ عمل بنا دیا ہے۔ جلاد! میں تم پر خوش ہوں کہ تم نے اپنے فرض میں کوتاہی نہیں کی۔ ہاں اب میری آخری ساعت ہے میری رفیقہ حیات کو بلالو اور تاکید کر کے لے آؤ کہ یہاں خاموشی آئے اور خاموشی سے مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے مڑا ہوا دیکھے میرا تمام جسم بیکار ہو چکا ہے میرے بچو! خدا حافظ! حکیم سماس! خدا حافظ! شہنشاہِ وقت کو میرا سلام کہنا۔ یہ کہا اور بڑھے حکیم نے زمین پر سر رکھ دیا اس کی روح قبرِ غموس غری سے پرواز کر چکی تھی

۲۰ آنکھوں پر زہر لگانا اور موت کا نقشہ دکھانا

## ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کی ضروری گزارش

امرتسرہ و ضلع امرتسر۔ لدھیانہ و ضلع لدھیانہ ضلع جالندھر۔ ہمشیار پور۔ انبالہ۔ کرنال۔ پانی پت۔ بہتک۔ دہلی۔ ناگپور وغیرہ کے خریداروں کے نام رسالہ ماہ سوال تک رسد اندہ کیا جا چکا ہے۔ اب ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ سے ان کا صحیح پتہ اور حالات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے رسالہ دفتر میں امانت رکھا ہوا ہے ان مقامات کے حضرات میں سے جو صاحبِ جہاں میاں ہوں براہِ کرم وہ اپنے پتہ سے مطلع فرمائیں تاکہ رسالہ روانہ کیا جائے۔۔

الحق خلیق احمد صدیقی مدیر ماہنامہ دارالعلوم

دیوبند



دارالعلوم غزنیہ نے تقریرت میں دارالاسلامی علوم کی بقائیں جو مقام پیدا کیا ہے وہ متوجہ تشریح نہیں اسکی کارگزاری اور وسیع ادراک سامنے ہے۔ اور محض خاص اور بہت بانی حضرت مولانا محمد نجف صاحب مدظلہ کی سہی کا نتیجہ ہے۔ دارالعلوم کی موجودہ حالت اور طلبہ کیلئے دارالافتاء کو جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں دارالعلوم کی اپنی تعمیر کردہ ہے۔ مولانا مرحوم نے دارالعلوم کے علم کیلئے بہترین اور قابل راہ کی تلاش کی۔ اور ان کی وقت کے بعد عاقل کو بھی یہی مسئلہ اختیار کرنا پڑا۔ بلاضاعتی اور ناخوشہ کاری یا اور جو محض اسکی فضیلت میں شامل حال ہا ہے کہ دارالعلوم کیلئے بہترین اساتذہ مل سکتے رہے اور ان میں سے جبکہ ہندوستان میں طلبہ کیلئے دورہ حدیث شریف میں شامل ہو کر کیلئے مواقع پیدا ہو گئے تھے اور یہی مسئلہ ان کے پیش مناصب سے ایک فضیلت اور توجہ شیعہ کیلئے دارالعلوم کو حاصل ہو گئیں اور ان حالات میں اسکی مختصات میں شہر کرتے ہوئے تو کمالی دارالعلوم میں دورہ حدیث شریف جاری کر دیا اور اس کے دارالعلوم کا کتب خانہ کتب حدیث کے نسخہ جات کی کے باعث اسکا تھنل بھی ہو سکتا تھا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی سہ سے جس نے اہم ضرورت کیوقت شیعہ الحدیث مہیا کر دیا وہ کتب حدیث کی فزہی کا سامان بھی پیدا کر دے گا۔

حضرات! اصل ضرورت یہ ہے کہ قبل ازین عرض کی جا چکی ہے کہ اس وقت سب بڑی ضرورت اور اہم کام پاکستان کی تقویم اور احکام کا ہے ہمارے ان جلد مدرس عربی حضرت اسی وقت تک ہے جب تک کہ حکومت الہیہ پاکستان ان علوم دینیہ کیلئے نظام تعلیم میں شامل نہیں کرتی اور ہمارے اس دارالعلوم غزنیہ کی قیام اور بقا بھی اسی وقت تک ضروری ہے جب تک کہ حکومت ہالی سکول ان علوم کی تعلیم دینے سے قاصر ہے باقی رہا جدیدہ شمس الاسلام اور اسلام کے عقائد اور صحیح اسلامی بنیاد کیلئے اپنی قیام جیسا کہ شیعہ پوپل کے لئے مولانا محمد نجف صاحب مدظلہ بھی صحیح اسلامی جذباتی ترجمانی میں انشاء اللہ تعالیٰ کو تہی نہیں کر سکتا اسکی ترویج و ترقی آپ حضرات کے ذوق سلیم پر منحصر ہے۔ حضرت! جس امر کا کئی بار اعلان کر چکا ہوں۔ ایک بار پھر آپ حضرات کے سامنے عرض عرض کر دوں گا کہ حکومت پاکستان سے جمعیت علماء اسلام اور دیگر اکابرین ملت مطالبہ کیسے ہے جس کی حکومت خدا داد پاکستان کا مذہب اسلام اور قانون الہیہ قرآن ہو۔ یہ مطالبہ غلبہ اکثرین دولت کسلی اور تامل کے پیش نظر ہے۔ کیوں کہ ابھی تک صریح حرام کے انسداد میں کوتاہی رہتی جا رہی ہے اور خدائی آرڈیننس کے نفاذ میں تاخیر کی جا رہی ہے۔ اس تفریق ہے کہ ہم سب بھی جمعیت علماء اسلام اور اکابرین ملت کے مطالبہ کی پُر زور تائید کریں۔ اور اس کے لئے جس وقت بھی کسی قرآنی کا مطالبہ کیا جائے ہم تیار ہیں۔

حضرات! جس طرح پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جب تک ہماری اسلامی حکومت تعلیم کو خالص اسلامی نہیں بناتی۔ اس وقت تک کیلئے موجودہ دارالعلوم غزنیہ کا بقا اشد ضروری ہے۔ اس کی اعادہ کے لئے آپ کی توجہ بھرتہ موجودہ بیشتر از پیش ضروری ہے۔ اس کے لئے ملحد ترسین کی تنخواہ اور نادان طلباء کے لئے علاوہ کتب کے خوراک اور پوشاک کا فراہم کرنا بھی آپ ہی ذمہ داری میں داخل ہے۔ موجودہ عمارت کی تکمیل اور مرمت بھی آپ ہی کو کرنا ہوگی تبلیغ دین کے نتیجہ میں کے اخراجات متبہا کرنا بھی آپ ہی کا کام ہے۔ مسجد کی تعمیر و مرمت بھی آپ ہی کے ذمہ ہے۔ مختصر طور پر ان امور کا گوش گزار کر دینا عاجز کا فرض منصبی تھا۔ جس سے غفلت کو تہی کرنا اعلیٰ کلمۃ اللہ کے منافی سمجھتا ہوں۔ آخر میں میں اپنے معزز مہانوں اور سامعین سے معذرت کا خواستہ گزار ہوں۔ جیسا کہ قبل ازین بذریعہ رسالہ شمس الاسلام عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ اس سال جلسہ ہذا کو ناگوں مشکلات میں کیا جا رہا ہے۔ اس لئے نظم و نسق میں کوئی کمی یا خوراک کے انتظام میں کوئی خلل محسوس کریں تو ازراہہ کیلئے معذور جان کر چشم پوشی فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ کے دین کی خدمت سمجھتے ہوئے معذور جانیں۔

باقی جملہ امور پر معزز مقررین آپ کے سامنے پورے طور پر بیان فرمائیں گے اور ہر ایک پوری طرح سے روشنی ڈالیں گے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

# مجلس انصار کی اٹھارویں سالانہ کانفرنس!

طغیانی کی وجہ سے مجبورانہ التوار

فَاتْرُكْ مَا رَيْدُ مَا يَرْيَدُ

حسب اعلان ۱۲، ۱۳، ۱۴ مارچ کو جامع مسجد بھیرہ میں مجلس مرکزی حزب الانصار کی اٹھارویں سالانہ عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد کی تجویز تھی۔ ملک کے موجودہ حالات، پریشانیوں اور متحدہ رکاوٹوں کی وجہ سے اس کانفرنس کا انعقاد مشکل نظر آتا تھا۔ مگر ارکان حزب الانصار نے اپنی عزم و ہمت کی بنا پر ارادہ کیا تھا کہ ان تمام مشکلات و مصلحت کے باوجود دستور قدیم کے مطابق اعلیٰ پایہ پر ان تبلیغی اجلاسوں کا انتظام کیا جائیگا بلکہ نئے حالات اور اس نئی مملکت میں تازہ دلولوں اور تیز تر جذبات و احساسات کے ساتھ اقامت دین اور قیام حکومت الہیہ کے فرضیہ خداوندی کی ادائیگی کیلئے اور بھی ہوش و خردوش اور فوق و شوق کے ساتھ اس کانفرنس کو کامیاب اور مزید تر بنانے کی تجویزیں زیر نظر تھیں مگر اس کا نتائج خانی و مملکت اور مدبر و منظم خداوندی کے ارادے تمام ارادوں پر غالب ہیں اور اس کے ارادوں کے سامنے کسی دوسرے کا ارادہ کوئی ارادہ ہی نہیں کسی خاموش و دقیق حکمت و مصلحت کی بنا پر جو ہماری کوتاہ بین نگاہوں سے مخفی ہے اس حکیم و علیم کو یہ منظور تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

چنانچہ عین اس وقت جب کہ تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ سارے انتظامات انسانی طاقت و استطاعت کے مطابق سرانجام دئے گئے تھے کہ ۱۴ تاریخ کو دریائے جہلم میں طغیانی آئی۔ اور سیلاب نے بھیرہ کے شہر کو گھیر کر محصور کر دیا شہر کی آبادی ایک جزیرہ میں تبدیل ہو گئی۔ لکوال سے گاڑی پر اور لکوال سے لاری یا تانگہ پر آنا دشوار ہو گیا ان حالات میں علماء کرام و مدعو حضرات کی تشرف آوری اور علاقہ کے دیہات سے ہزاروں مسلمانوں کی آمد مشکل ہو گئی۔ خود و فکر اور حالات کو اندازہ کرنے کے بعد آخر کار یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ جلسہ کے انعقاد کا اعلان کر دیا جائے چنانچہ جلسہ ملتوی کر دیا گیا۔ چونکہ کچھ وقت خزان اور بعض مدعو حضرات اور مولانا محمد صنیف صاحب تشرف لے آئے تھے ۱۳ مارچ کو مولانا غلام غوث صاحب سرحدی۔ مولانا سیاح الدین صاحب کا کاخیل مولوی عبدالرحمن صاحب میانوی اور مولوی سلطان احمد صاحب صاحبزادہ محمد حنا صاحب مولوی سید رسول صاحب، مولوی گلزار احمد صاحب رضا کاران خدام الاسلام پٹوادی رستہ کے مشکلات کے باوجود تشرف و آئے۔ اس لئے تجویز ہوئی کہ ایک مختصر سا اجلاس ہو جائے جس میں اہم بنیادی باتیں حاضرین کو سمجھا دی جائیں تو بہتر ہوگا چنانچہ ۱۳ مارچ کو نماز ظہر کے بعد، سواپانچ بجے تک جامع مسجد کے وسیع صحن میں ایک جلسہ منعقد ہوا تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد مولانا غلام غوث صاحب



# وفیات اعیان

## تین علمی ستاروں کا غروب

آہ! مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم راج کو مولانا حبیب اللہ صاحب ہر تیری ڈیڑھ ماہ کی علالت کے بعد سرگودھا میں اس دنیا پر فانی سے عالم باقی کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے اور اللہ کے دوست اور خدا کے ایک نیک بندے کا وصال ہو گیا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم زہد و تقویٰ، عمل و سیرت کی پاکیزگی، اخلاص و دلالت، دیانت و امانت کے خصال حمیدہ کے علاوہ بعض اور خصوصیات کی بنا پر طبقہ اہل علم میں کافی متعارف و مشہور و ممتاز و نمایاں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو بے نظیر حافظہ دیا تھا۔ ضخیم ضخیم کتابوں کے حوالے نوک زبان تھے۔ ہر قول میں کتاب کا صفحہ، سطر، دائیں بائیں طرف، مطبع، سنہ، طباعت وغیرہ سب امور کا ذکر فرماتے۔ مرزائیوں کے لئے تو شمشیر برائے تھے۔ مرزا صاحب کی کتابوں پر پورا عبور رکھتے تھے اور اس کی غلطیاں پوری تفصیل کے ساتھ کھول کھول کر بیان کرتے۔ مرزائیت کی تردید میں جہیز تحقیقی اور علمی رسائل لکھے ہیں جو بہت مفید و مقبول ہیں۔ حضرت مولانا سید الفخر شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ وہ رسائل مطالعہ فرمائے تو بہت خوش ہوتے تھے دعائیں دیں اور شائع کر کے کامنورہ دیا اور اپنی طرف سے کچھ حزیہ دیا تھا کہ جہیز قدر جلد ہو سکے اس کی اشاعت کا انتظام کرو۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق و ارادت رکھتے تھے۔ کتابوں کے مطالعہ کا اور علمی مسائل کی تحقیق کا بہت شوق تھا۔ خود بھی کافی کتابیں مہنت کی تھیں اور جہاں کہیں کتب خانہ دیکھ لیتے وہاں سے کچھ استفادہ کر کے اٹھتے۔ پہلے حکمہ نہر میں کلرک تھے۔ اور گزشتہ اچلتا تھا لیکن تردید مرزائیت کے مشغلہ اور اس قسم کے رسائل کی تصنیف کی بنا پر مرزائی افسروں کے اشارہ سے افسروں نے تنگ کرنا شروع کیا چنانچہ آخر کار ملازمت چھوڑ دی۔ اس کے بعد معاش کی تنگی کو مصبر و محمل کے ساتھ برداشت کر کے اور قلیل تنخواہ پر قناعت کر کے تبلیغی اداروں میں رہ کر تبلیغ و اشاعت اور تردید مرزائیت میں بہترین مصروف رہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں مجلس تبلیغہ بالانصار میں بھی کچھ عرصہ تک مبلغ رہے اور نہایت جان فشانی اور اخلاص و فرفر شہادی کے ساتھ تبلیغ کی اس کے بعد چند سالوں سے امرتسر کے مشہور ادارہ انجمن اسلامیہ کے دفتر میں کلرک تھے اور اپنی دیانت و امانت اور حسن کارکردگی کی بنا پر ارکان انجمن کے معتمد علیہ بن گئے تھے اس دوران میں مشرقی پنجاب کا ہنگامہ برپا ہو گیا اور اسے

خود تو دانی آنچہ بر پنجاب رفت

اپنے بھی پریشانی کے عالم میں سب کچھ چھوڑ چھا کر اپنی اور بال بچوں کی جانیں جاگزمہ ہجرت کی اور بیہوشی کر رہے ہو گئے۔ یہ اہل علم ہی جان سکتے ہیں کہ علم والوں کو سامان علم کے ساتھ کس قدر شدید تعلق ہوتا ہے آپ کو کسی چیز کی پسند نہ تھی۔ صرف اپنی کتابیں اور یادداشتوں کو بچا رہا

یاد کرتے رہتے۔ معاشی مجبور لوگوں اور حالات کے تقاضوں کی وجہ سے حکمرانہ نہیں پھر ملازمت اختیار کی اسی اثنا میں بیمار ہوئے۔ اور مدتی  
ماہ بیمار رہنے کے بعد ۸ مارچ ۱۹۴۷ء کو رحلت فرما گئے۔ جو مولانا مرحوم کو جانتے ہیں ان کو اس وحشت ناک اور روح فرسا خیر سے سخت  
حدمہ پہنچا ہے۔ مولوی صاحب چھوٹے بچے بچیاں اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی روح کو رحمت اللہ و وس کی پائی  
خوشی نصیب ہو اور قبر مبارک انوار رحمت سے منور ہو اور جملہ متعلقین و پس ماندگان کو صبر جمیل اور استقامت نصیب ہو جائے۔ اس حادثہ جانکا  
میں ہم ادارہ شمس الاسلام کی طرف سے مرحوم کے تمام اعزاء و اقارب کے ساتھ قلبی ہمدردی کا اظہار اور دعا کرتے ہیں

مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بھاولپور کا حادثہ انتقال | اخبارات کے ذریعہ معلوم  
ہوا کہ ۱۱ مارچ کو شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی اس عالم آب و گل سے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے عالم بقا کی طرف حلت  
کر گئے ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ الجامعہ صاحب مرحوم ہندوستان کے ممتاز و ممتاز علماء میں سے تھے۔ معقولات کی تدبیریں  
میں خاص شہرت رکھتے تھے برسوں تک جامعہ عباسیہ بھاولپور میں شیخ الجامعہ کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہ کر طلبہ علوم دینیہ کو مستفید کیا۔ ریاست  
کے اکابر و اعیان بڑی محبت و احترام کے ساتھ آپ سے پیش آتے ایسے متبحر اور حید عالم کی وفات سے علمی دنیا میں ایک خاص خلا پیدا ہوا  
اور کی خصوصیت ہوتی ہے کچھ عرصہ سے یقیناً العلم و یقیناً العلماء کے مطابق ممتاز اور چیدہ چیدہ علماء رفتہ و سفرناہ  
رہے ہیں۔ اور ان کی علمی مسندیں خالی ہو رہی ہیں نئی نسلوں میں ان کی جانشینی کی اہلیت ناپید ہے اور نیز ان اکابر کے طریقہ  
پر علم کی طرف توجہ بھی نہیں۔ اس لئے جو بھی علمی جگہ کو خالی کر کے رخصت ہوا اس کی جگہ کو پُر کرنے والا نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے بھی مولانا خیر  
کی وفات کا یہ سانحہ ایک عظیم صدمہ اور غم انگیز و صدمہ ناک واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت و نعمات جنت سے نوازے  
اور متعلقین کو ہمدردی و استقامت کی دولت نصیب فرمائے

مولانا شہناش علی صاحب امرتسری کے انتقال کا حادثہ فاجعہ | ۱۵ مارچ کو مرگودھا میں طویل علالت کے بعد حضرت مولانا شہناش علی صاحب  
امرتسری کا انتقال ہوا۔ مولانا مرحوم کا نام نامی تمام ہندوستان و پاکستان میں مشہور و معروف ہے۔ آپ نے دین کی خدمت بڑے  
عرصہ سے کی ہے اور خصوصاً قادیانیت کے خلاف جو علمی جہاد کیا ہے اور نور و مزاحمت کو اس کی زندگی میں جو شکستیں دی تھیں اور قادیان کو فتح  
کر دیا تھا اسکی وجہ سے آپ کو خصوصی شہرت حاصل ہو گئی تھی۔ اخبار ”الہندوستان“ امرتسر کے مدیر و مدیر تھے۔ اور ایک مخصوص حلقہ کے ممتاز  
و پیشوا مانے جاتے تھے۔ کافی عرصہ تک سیاسیات میں بھی حصہ لیا تھا۔ مشرقی پنجاب کے ہنگامہ فوجین اور ہرج و مرج میں سینکڑوں علمی  
کتب خانوں اور ملازمین و مکاتب کی طرح آپ کا قیمتی اور نایاب کتابوں کا کتب خانہ، ثنائی پریس، تاج و تکی کتب خانہ اور املاک ان اموال  
تباہی کی نذر ہو گئے آپ کے صاحبزادہ عطاء اللہ صاحب شہید ہوئے اور نہایت پریشانی حالی اور بے اطمینانی کی حالت میں یہ مشکل تمام  
آپ مرگودھا پہنچ کر مقیم ہو گئے تھے۔ اس پرانہ سالی میں ان گونا گون حوادث و اقام اور خصوصاً صاحبزادے کی شہادت اور نادار و روزگار  
کتابوں کی بربادی و جدائی نے آپ کو مدح و تحال و بیچارہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ کتابوں کی یاد سے ترس پڑے رہتے اور جب ذکر آ طبیعت بے قابو





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرات علماء کرام پاکستان کی خدمت میں ایک دہمنہ پہنچا رہا تھا قربانیوں کے بعد اب جبکہ پاکستان گیا ہے اور ایک خط ملک مسلمانوں کا اقتدار واضح رہا ہے جو گیا ہے تو بڑی ضرورت ہے کہ حکومت الہیہ قائم کرنے کے وعدوں کو پورا کیا جائے اور یہ علماء ثابت کیا جائے کہ پاکستان کا مطلب ہے لا الہ الا اللہ تعالیٰ تقسیم کے بعد مسلمانوں کے اس ملک میں نظام سیاسی اسلامی کے قیام اور مکمل قوانین قرآن وحدیث کے اجراء وتنفیذ کے لئے سبب وجہ کی ضرورت ہے اور یہ تمام مسلمانوں کا عزم اور حضرات علماء کرام ومشائخ وموہبہ نظام کا خصوصاً فریضہ ہے ابھی تک اتنی طور سے یہ طے نہیں کیا گیا کہ پاکستان کی دستور سہاسی کیا ہوگا یا یہ وقت بڑا نازک ہے ایک نئی حکومت کی بنیادیں رکھی جا رہی ہیں حکومت کی گاڑی کا نائب بنے چلے ہے اور دیکھا جائیگا کہ آئندہ یہ گاڑی کس پٹری پر چلنے والی ہے اس لئے اب بڑی ضرورت ہے کہ مسلمان قوم کی طرف سے بڑے الفاظ میں رپوری بلڈ اننگز کے ساتھ آئین ساز اسمبلی کے ممبروں کے سامنے مطالبہ پیش کیا جائے اور انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ دستور ساز اسمبلی میں جب سے اول صاف میرج الفاظ میں دستور اساسی کے طور پر اس بات کا قطعی فیصلہ کریں کہ حکومت پاکستان کا دین اسلام ہوگا۔ خداوند سول کے احکام کی اطاعت ہر معاملہ میں لازمی ہوگی قرآن وحدیث کے قوانین ملک میں نافذ ہوں گے اور تمام شعبہ جات حکومت میں خداوند سول کے فیصلے ہماری حکومت کی فیصلوں اور حلاقات کے واضع ہوں گے۔ اور ہمارے لئے امریکہ یا کوئی اور یورپی یا ایشیائی ملک نمونہ حکومت نہیں بلکہ حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا دور خلافت ہمارے لئے نمونہ عمل ہوگا۔ اور پھر اس بنیادی فیصلے کے بعد اس کی تفصیلات طے کرنے کیلئے مستند اور جید علماء کرام کی ایک کمیٹی مرتب کی جائے جو مکمل قانون شریعت کی ترتیب و تدوین کرنے اور صرف وہی پاکستان کا آئین قسرا دیا جائے

حضرات! اس سلسلے میں پوری سعی کی کوشش عملاکرام کی خاطر فرموا رہی ہے اس لیے ہم نے شہر لائل پور میں منظم طور سے اس جدوجہد کا آغاز کیا ہے اور چاہتے ہیں کہ پاکستان کے ہر شہر و قصبہ و علاقہ میں یہ کام بڑی سرگرمی اور پوری سعی و کوشش سے شروع ہو جائے۔ لہذا آپ کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ آپ بھی مندرجہ ذیل طریقوں میں اس جہاد میں پہل کرنا شروع فرمائیں

(۱) اپنے شہر و قصبہ اور علاقہ کے تمام علماء کرام اور دیندار مسلمانوں کی کدورت و کیر اس مقصد کے حصول کیلئے ان کو منظم کر دیں اور جمعیت علماء اسلام کے نام سے انکی ایک جماعت کی تشکیل کریں مروجہ کی زکات اور صدقات کو جو کہ اس سلسلے میں کام آتی ہے اور کمال انتفاع کا ہے ان کو نظر انداز نہ فرمائیں اور ہر ملک شہر کے علماء و موصوفیہ کو ہدایتی اصولی نصائح پر مروجہ کر دیں تاکہ ہمارے مخلصین کی ہمت کا انتشار نہ ہو۔

(۲) عام مسلمانوں میں خاص طور سے تبلیغ شہادت فرائض کی وہ ابلیسی زندگی میں انقلاب پیدا کریں پاکستان میں جتنے کے بعد وہ اپنے عقائد و عقاید کا اور اخلاق و اعمال کو پاک کر دیں اور تمام غیر اسلامی صنائع و ملامت کو ترک کر کے اپنے کو خاص اسلامی رنگینگی میں لگائیں اور کچھ مسلم صحیف بن جائیں اور ہر سرب ملین متقی الفاظ پر جو کہ نظام اسلامی کا یہ مطالبہ ملید و مست ہے پڑھنا اور ان میں شروع کر دیں

(۳) درس قرآن مجید۔ عام جلسوں اور ہر اجتماع کے موقع پر چارہ متواتر ترجمہ کے روزہ و غلط و تقریر و فرائضی موضوع پر ہونا کہے

(۴) عام جلسہ منعقد کر کے انیس مندوبوں بالامضوں کی تجویز پاس کی جائے اور جلسہ کی کارروائی اور تجویز کی نقل گورنر جنرل پاکستان مشر محمد علی جناح صاحب مصلیٰ علی خان صاحب اپنے عہدہ کے ذریعہ اعلیٰ اپنے علاقہ کے ممبران میں سارے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور اخبارات کو بھیج دی جائے

(۵) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی خدمت میں تمام جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے ایک عریضہ ارسال کیا جائے جس میں حضرت مولانا سے یہ درخواست کی جا کہ آپ کین ساز  
اسمعیلی میں اس کو بڑے زور و قوت کے ساتھ پیش فرمائیں اور افریقت اس پر قائم کر لیں اور حضرت مولانا کو یہ پورا اطمینان دلائیں کہ پاکستان کے علماء کرام کو تمام  
مسلمانوں کی طاقت آپ کی پشت پر ہے اس لئے آپ اپنے آپ کو تھکانہ نہ سمجھے۔

حضرات! آپ سے جو اس مسئلہ کی حقیقت مخفی نہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں پہلے سے یہ رُپ موجود ہوگی اور آپ اس باریں جبر و جہد کا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ صرف بطور یاد دہانی عرض کر دیا۔ احساس تھے میں ہماری توقع کھتا ہوں کہ آپ مندرجہ بالا طریقوں سے کام کو باقاعدہ جاری کر دیں گے یا آپ اپنے خیال میں مناسب احوال ظرف کسی اور طریقہ کا کو مؤثر و مفید سمجھتے ہوں گے تو اسی کے مطابق جبر و جہد کا آغاز فرمائیں گے فقط والسلام اللہ اعلم الخ حقیقتاً سیدنا محمد بن عبد اللہ علیہ السلام (مناظم جمعیت علماء اسلام لاہور)



الکوینے حاکم ذکر کیا ہے اور حضرت شیخ ابراہیم علیہ السلام نے ترجمہ میں ہی منہ ترجمہ کرتے وقت بیان فرماتے ہیں چنانچہ سورۃ شمع پارتہ ۱۹ کی آیت  
 لئن اتخذت الفاعلین لاجعلنکم من السجودین کا ترجمہ کیا ہے۔ بولا اگر تو نے ٹھہرایا کوئی اور حاکم سے سو تو ضرور ڈالوں گا تجھ کو قید میں اور سورۃ  
 قصص پارتہ ۲۰ کی آیت یا ایہا الملا عما علمت لکم من الاغیری کا ترجمہ میں فرماتے ہیں اسے دربار والو! مجھ کو تو معلوم نہیں تمہارا حاکم ہو سیر سوا  
 ہمارا کلمہ طیبہ کیوں ترجمہ کر دیکھے گا ایک ایسے سرا اور کوئی اور کوئی حاکم اور قانون ساز نہیں اور اسد بقہ کے احکام اور قوانین وہ ہیں کابک کے بھیجے ہوئے ہیں نیز محمد رسول اللہ  
 انسانوں کے سامنے پیش کیے اور حکم فرمایا کہ ایک مسلمان ہی اقرار کرتا ہے کہ حکومت کا حق صرف ایک ایسے ہی کو ہے اور صرف اس ایسے ہی کے قوانین احکام کی عملی جاری  
 و نافذ ہو سکتے ہیں اب اگر پاکستان کا مطلب ہے لا الہ الا اللہ تو اس کا مطلب ہوا کہ پاکستان میں حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے یہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حکم و قانون چلے گا تو کیا پاکستان  
 بن جانے کو بعد ہمارے آ رہا اختیار اور حکومت آتی ہو پھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر کفر نظر نہ آتا ہے کہ حکومت اللہ تعالیٰ اور قانون قرآن کا اعلان کر دیا ہے؟ اگر نہیں کیا تو کیوں؟

اس مسئلہ کو ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنے کیلئے قرآن مجید کی چند آیاتوں پر بھی غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ایک کلمہ قاعد بیان فرماتے ہیں صریح غیر الاسلامہ دینا قلن  
 یقیناً نہ اور فرمایا ان الذین عرفوا اللہ الاسلام۔ دین سے مراد وہ طریق زندگی یا طرز عمل ہے جسکی پیروی کی جائے اور قرآن اس لحاظ دین کو کسی محدود معنی  
 میں قائل نہیں کرتا بلکہ صحیح ترین معنی میں قائل کرتا ہے طریق زندگی سے جسکی اور زندگی کے کسی خاص پہلو یا خاص خاصہ کا طریق نہیں بلکہ پوری زندگی کا طریق ہے۔ لہذا ایک ایک شخص کی  
 انفرادی زندگی ہی کا طریق نہیں بلکہ عبادت مجموعی کو سامنے لے گا اور ایک یا ست کا طریق بھی ہے، ایک خاص ملک یا ایک خاص قوم یا ایک خاص زمانہ کی زندگی کا طریق نہیں بلکہ تمام زمانوں میں تمام  
 انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا طریق ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں صرف پوجا پٹا اور عالم بالا کے مقررہ اور عبادت بعد اہتمام کے مجموعہ کے مجموعے کا نام الدین نہیں  
 بلکہ میرے طور پر وہ ہر زمانہ اور ہر دین پر فی الواقع انسانی کیلئے زمین پر زندگی بسر کرنے کے چھٹک اور طرز و طریق اور مجموعہ قوانین کہہ رہے ہیں کے نام سے تعبیر کرتا ہے

مورخ الاسلام اسے ۶۰۰۰ زبان میں اسلام کے معنی میں سہرا لیا جھکا جاتا۔ طاعت قبول کر لینا ہے آپ کو سہرا کر رہا

اور قرآن پاک کی خاص اصطلاح میں

اسلام سے مراد خدا کے آگے جھکا جانا اس کی اطاعت قبول کر لینا اس کے مقابلہ میں اپنی آزادی سے دست بردار ہو جانا اور اپنے آپ کو اس کے حاکم کر دینا ہے اور اس کے معنی  
 یہ ہیں کہ خدا نے خود اپنے رسولوں کے ذریعہ سے انسان کیلئے جس طریق طرز عمل کو طریف رسالت کی ہے اس کو وہ قبول کر لے اور اپنی آزادی طرز عمل۔ یا بالفاظ صحیح تو اس کی فکر کو  
 چھوڑ کر اس کی پیروی و اطاعت اختیار کر لے یہی ہے کہ قرآن الاسلام کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور یہ درحقیقت کوئی نئی تعبیر اللہ عز و جل نہیں ہے جس کی بنا پر اسے ۱۳۶۰ برس  
 پہلے عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری طور پر جو عبادت کا طور سے مخصوصی کو بانی اسلام قرار دیا جاتا ہے بلکہ جس پر دین پہلی مرتبہ نہیں کہ زمین پر انسان کا پہلا ہوا اس روز خدا نے انسان کو  
 بتادیا تھا کہ یہ لئے صرف الاسلام ہی صحیح طرز عمل ہے اور اس کے بعد دنیا کے مختلف گوشوں میں وقتاً فوقتاً جو پیغمبر بھی خدا کی طرف انسانوں کی رہنمائی کیلئے مامور ہوئے ہیں۔  
 ان میں سے ہر ایک بھی بلا استثناء ماسی الاسلام کی طرف ہی ہے جس کی طرف بالآخر خود عمل کرنے دیکھو دعوت دہی یہ اور بات ہو کہ موسیٰ کے پروردگار نے نبی میں بہت سی مختلف  
 چیزوں کی آمیزش کر کے ایک نظام یہودیت کے نام سے اور مسیح کے پروردگار نے ایک دوسرا نظام مسیحیت کے نام سے اور سہی طرح ہندوستان، ایران، چین اور دوسرے  
 ممالک کے پیغمبروں کی امتوں نے غلو واد مرکب نظام دوسرے ناموں سے بنائے ہیں لیکن موسیٰ و مسیح اور دوسرے تمام معروف و غیر معروف انبیاء علیہم السلام جس دین کی دعوت  
 دینے آئے تھے وہ بالکل صاف صاف تھا نہ کچھ اور (دین ہی متش) الدین، الاسلام کی افغان کی ضرورتی شریعت کے بعد مذہبہ بلاد و نون آیتوں کا مطلب بالکل واضح  
 اور صاف صورت میں ہمارے سامنے آجاتا ہے پہلی آیت کا سادہ ترجمہ تو یہ ہو گا کہ اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کر لیا اس سے وہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائیگا  
 اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہو گا کہ اللہ کے نزدیک دین تو دراصل اسلام ہے یعنی فیض انسانی کے لئے خدا کے نزدیک صرف یہی ایک صحیح طریق زندگی ہے کہ وہ خدا کے آگے





دی تہا ہی دعاؤں کا کبار و دادی ہے وہی تہا سہ لکھل و اعما کا سہارا ہے وہی تہا ہی ضرور لوق کا کھیل ہے اور اسی طرح وہی بادشاہ ہے وہی مالک ملک  
شمار و قانون ساز اور وہی مامور وہی کاغذ بھی ہے اسی حیثیت سے اس کی وفاداری وہ قدرتی بنیاد ہے جس پر ہماری اجتماعی زندگی کی عمارت صحیح طور پر قائم ہوتی ہے  
اس کی مرکز کی شخصیت والہنگی تمام متفرق افراد اور گروہوں کے درمیان ایک امت کا رشتہ پیدا کرتی ہے اور چونکہ

سروری زیبا فقط انسانیت ہے ہمتا کوچر حکمران ہر ایک ہی باقی تباہ آذری

اس لئے بار بار اسی قسم کا مضمون ذکر کیا ہے

عَابِدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ إِنَّ اللَّهَ الْخَالِقُ ۝

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝ (البینہ)

اور نہ لایا کہ آفندہ کو دین اللہ کی عبادت و کہ اسلئے کہ من فی السموات و

الأرض طوعاً و کرہاً و الذی یرجعون ۝

لذا تم دین کو اللہ کو باسط خالص کہہ کے شریعت کی بندگی کرو و خبردار دین خدا اللہ ہی ہے

اور ان کو سوا اللہ کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ کہیں کو دین کو اللہ کی عبادت نہ کرے صرف اسی بندگی کی

کیا یہ لوگ اللہ کے سوا کسی اور کا دین کا چاہتے ہیں حالانکہ آسمان و زمین کی ساری

چیزیں چار و ناچار اللہ ہی کی طاعت میں ہیں اور اسی کی طرف ان کو بلایا کر جانا ہے۔

اللہ کے لئے دین کو خالص کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی حاکمیت، فرمانروائی، حکمرانی اللہ کے سوا کسی کی تسلیم نہ کرے۔ اِن اُمُورِ الدِّینِ حُكْمُ اللَّهِ حُكْمُ اللَّهِ

ہی کی ہے الا لہ الا حق و الا مہ و خبردار اسنو، صرف اسی کیلئے ہے پیدا کرنا اور صرف اسی کا حکم چلیگا۔ اور اپنی بندگی و اطاعت کو اللہ تعالیٰ کیلئے اس

طرح خالص کرنے کی دوسرے کی مستقل بالذات بندگی و اطاعت اللہ کی اطاعت کے ساتھ شریک نہ کرے کوئی حکومت اگر اللہ تعالیٰ کے قانون پر مبنی ہے اور اس کا

حکم جاری کرتی ہے تو اس کی اطاعت فرض ہے اور اگر ایسی نہیں ہے تو اس کی اطاعت جرم

ان تمام تفصیلات کے بعد یہ بات بالکل واضح اور سچ ہوگئی ہے کہ قانون ساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسلام کی رو سے کسی حکومت کی پوزیشن

صرف یہ ہے کہ وہ نبی اللہ تعالیٰ کے قانون کو ملک میں جاری و نافذ کرے۔ پاکستان کے نام سے جو ایک نئی مملکت معرض وجود میں آگئی ہے ہمارا اگست

قبل یہ علاقہ کبھی مجموعی ہندوستان کا ایک حصہ تھا اور ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی اور ایک غیر الہی نظام جاری تھا خدا و رسول کی سند سے

بالکل بے نیاز ہو کر ملک کیلئے قانون بننے رہے اور ان کا اجراء و نفاذ کیا جاتا تھا مسلمانوں پر از روئے شریعت فرض تھا کہ وہ اس طاعتی اور کافرانہ نظام کو

یکے بدل دیں اور اس کی بجائے صالح ترین نظام حکومت جاری کریں جو مالک الملک خداوند تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانوں کو بتایا

دلیہ ہے چنانچہ اسی ضرورت کے احساس سے کی بنا پر ہندو مسلمانوں نے جدوجہد شریعتی کی اس شان میں اس بنا پر پاکستان کا مطالبہ پیش کیا گیا کہ ہندو

غیر مسلم اکثریت کی وجہ سے سارے ہندوستان میں انگریزی اقتدار کے اٹھ جانے کے بعد بھی نظام اسلامی اور قانون الہی کے لئے موقع نہیں مل سکیگا۔

اور مسلمانوں کا اصلی فرض یہ ہے کہ انہیں ہوگا اس لئے مجموعی ہندوستان میں سے وہ خطہ جدا کر دیا جائے جہاں مسلمانوں کی غلطی اکثریت ہے تاکہ اس خطہ پر اقتدار

و اختیار حاصل ہو جائے کہ بعد مسلمان قوانین الہی کے اجراء و نفاذ میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کریں اس مطالبہ نے ان دلائل کی وجہ سے قوم میں مقبولیت حاصل

کی اور ہر طرف ”پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ“ کی صدا میں بلند ہوتی تھیں قربانوں اور جدوجہد کے بعد پاکستان حاصل ہو گیا۔ اب یہ مرحلہ پیش

ہے کہ اس کافرانہ فرنگی نظام کو بدل کر نیا خدائی نظام جاری کیا جائے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اگر ایک فرد واحد پہلے کافر ہو اور وہ چاہتا ہو کہ میں کفر کو

چھوڑ کر اسلام اختیار کروں اور میں مسلمان کہلاؤں تو اس کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس کفر سے بیزاری کا اعلان کرے اور کھلے طور سے کفر طریت

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و حاکمیت اور محمد رسول اللہ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرے اور اس اقرار کے بعد مسلمان کہلایا جائیگا۔ اس اعلان و اقرار کے بعد وہ کافروں کے زمرہ سے نکل کر مسلمانوں میں شامل و در حقوق اسلامی کا مستحق ہو سکے گا اور جب تک کہ یہ طے نہ ہو کہ بنیادی حقیقت کو تسلیم کر لیتا ہے تو پھر اس کے بعد اس کے اپنے اصولوں کا مطالبہ شروع ہو جائیگا جن کا تقاضا یہ کلمہ کر رہا ہے۔ بعینہ یہی صورت حال ایک حکومت و مملکت کی بھی ہوتی ہے اگر کوئی حکومت یہ چاہتی ہو کہ وہ اسلامی حکومت کہلائی جائے اور اسلام کی وجہ سے جن حقوق کا استحقاق ثابت ہوتا ہے وہ حقوق اس کو ملے ہو جائیں تو یہ بت پرستی ہے کہ وہ حکومت بھی ایک فرد کی طرح سے کافرانہ نظام سے اور ہر غیر الہی قانون سے کھلے ملا کر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھ کر حاکمیت خداوند تعالیٰ اور اپنی بنیاد کا اقرار کرے اور بنیادی طور سے اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد وہ اپنی ریاست شاربوگی اور پھر اس سے مطالبہ ہوگا کہ اب قانون خداوندی کے مطابق ملک میں احکام وادامہ کا اجراء و تنفیذ شروع کر دو یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جو ہر مسلمان کی طرف سے اس سلسلہ میں مجد شروع ہو گئی ہے اور ہر چار سو سے صدائیں اٹھ رہی ہیں کہ اب کسے جوئے وعدہ پورے کئے جائیں اور حکومت پاکستان کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھ کر اسلامی حکومت بن جائے پس چونکہ پاکستان کے باشندوں کی عظیم اکثریت مسلمان کے اصولوں پر ایمان رکھتی ہے اور چونکہ پاکستان کی آزادی کے لئے مسلمانوں کی ساری جہد و جدوجہد اور قربانیاں صرف اس خاطر تھیں کہ وہ ان اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں جن پر وہ ایمان رکھتے ہیں لہذا اب پاکستان کے قیام کے بعد ہر پاکستانی مسلمان دستور ساز اسمبلی سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس بات کا اعلان کرے کہ

(۱) پاکستان کی بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور حکومت پاکستان کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کی مرضی اس ملک میں پوری کرے  
(۲) پاکستان کا بنیادی قانون اسلامی شریعت ہے

(۳) تمام وہ قوانین جو اسلامی شریعت کے خلاف اب تک جاری ہیں منسوخ کئے جائیں گے اور آئندہ کوئی ایسا قانون نافذ نہ کیا جائے جو شریعت خلاف قرار ہو  
(۴) حکومت پاکستان اپنے اختیارات ان حدود کے اندر استعمال کرے گی جو شریعت نے مقرر کر دیے ہیں

ذہن مسلمیں تصور یہ ہے پاکستان کا حکمران اللہ ہو قانون ہو قرآن کا بعض حضرات کی طرف سے اس بات پر اور سراسر حق مطالبہ کے جواب میں کچھ اعذار پیش کئے جاتے ہیں جن کے متعلق آئندہ کچھ عرض کر دوں گا  
(باقی آئندہ)

## سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی بی آر سال ہوگا جس کے طے شدہ اخراجات سے بچنے کیلئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور ہو تو اطلاع دیں۔ خاراوی بی مال پس دربار ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری ہو کر حوالہ ضرور دیں۔ (علامہ حسین منیر شمس الاسلام)